

خلفائے محدث بریلوی

مصنف پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مرتب محمد عبدالستار طاہر

خلفائے محدث بریلوی



پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد



محمد عبدالستار طاہر

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

کتاب — خلفائے محدث بریلوی

مصنف —— پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مرتب —— محمد عبدالستار طاہر

تصحیح —— راؤ فضل الٰہی رضا قادری

ویب لے آؤٹ و ٹائٹل —— راؤ ریاض شاہد رضا قادری

زیر نگرانی —— راؤ سلطان مجاہد رضا قادری

صفحات —— ۱۵۶

اشاعت اوّل —— ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء (رضا اکیڈمی، لاہور)

اشاعت دوم —— ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

فہرس

انتساب

عاشقِ اعلیٰ حضرت صاحبِ ذکرِ رضا، حضرت
مولانا ریاست علی قادری علیہ الرحمہ کے نام

جنہوں نے ۱۹۸۰ء میں ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی بنیاد
رکھ کر امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز کی حیات
اور علمی کارناموں پر ملکی اور عالمی سطح پر
تحقیق وتصنیف کی جدید جہات
متعارف کروائیں ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

طاہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ابتــدائیّــہ

ہر کام کے ہونے کا وقت مقرر ہے۔ وہ اسی وقت ظہور میں آتا ہے جب مشیت ایزدی ہو۔ خواہ حالات کچھ بھی ہوں، وہ مسبب الاسباب غیب سے سامان کر دیتا ہے۔

اسلاف کے حالات، اخلاف کے لئے روشن مینار ہیں۔ نئی نسل کو ان کے حالات سے باخبر رکھنا، ان کے حالات کو محفوظ کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اگلوں کے حالات سے خبر رکھنے والے ایک ایک کر کے محفل جہاں سے اٹھتے جا رہے ہیں —— آنے والے دنوں میں پچھلے اپنے اگلوں کے نام سے واقف تو ہوں گے مگر شائد ان کے افکار و نظریات اور حالات سے نا آشنا ہوں گے!

حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو امام احمد رضا پر تحقیق کرتے ہوئے (۱۹۷۰ء تا ۲۰۰۵ء) تقریباً پینتیس برس ہو چلے ہیں۔ آپ نے گاہے بگاہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے تربیت یافتگان یعنی خلفاء و تلامذہ پر بھی لکھا ہے۔ آپ نے اس موضوع پر سب سے پہلے میاں محمد صادق قصوری صاحب کی مرتبہ تحقیقی کتاب ''خلفائے اعلیٰ حضرت'' مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء کے لئے ضخیم تقدیم رقم فرمائی۔ یہ تقدیم ۱۹۷۶ء میں سینہ قرطاس کی زینت بنی، لیکن کتاب کے ساتھ کراچی سے ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی۔ موضوع کے اعتبار سے اس تقدیم کی بڑی اہمیت ہے۔

حضرت مسعود ملت نے مختلف خلفاء کے بارے میں چیدہ چیدہ لکھا ہے۔

''لمعات خلفائے اعلیٰ حضرت'' کے عنوان سے خلفائے اعلیٰ حضرت پر تحقیق کا

جائزہ بھی شامل کتاب ہے، جس کی روشنی میں خلفائے اعلیٰ حضرت کی ایک طویل فہرس سامنے آتی ہے۔ یہ کتاب رضویات کے باب میں ایک اہم اضافہ ہے۔

''خلفائے اعلیٰ حضرت'' کی کمپوزنگ کی مساعی کا کریڈٹ صالح جوانِ رعنا برادرم ملک محمد سعید مجاہد آبادی کو جاتا ہے، جن کی توجہ دلانے سے یہ اہم کام سرانجام پا سکا۔ حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم العالیہ نے اعلیٰ حضرت کے تلامذہ، احباب اور معاصرین کے حالات مختلف مقامات پر حواشی میں تحریر فرمائے ہیں۔ انہیں برادرم ملک محمد سعید صاحب مجاہد آبادی، ناظم ادارہ مظہر اسلام لاہور مرتب کر رہے ہیں۔

''خلفائے اعلیٰ حضرت'' کا پہلا ایڈیشن رضا اکیڈمی، لاہور نے اکتوبر ۱۹۹۸ء میں حسب روایت شائع کیا ــــــ کتاب کی مستقل اہمیت، افادیت اور مقبولیت کے پیش نظر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی اس کا دوسرا ایڈیشن مع اضافات شائع کر رہا ہے یہ خصوصی اشاعت اعلیٰ حضرت کی تعلیمات ونظریات کی ترویج واشاعت کے لیے ادارہ ھذا کی سلور جوبلی کے موقع پر پیش کی جارہی ہے ــــــ اللہ تبارک وتعالیٰ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کی ان پرخلوص کوششوں کو قبول ومنظور فرمائے، اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے میں ادارہ کے تمام وابستگان کو دارین میں سرفراز فرمائے۔ آمین! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

احقر العباد

محمد عبد الستار طاہر

E-III/A، پیر کالونی۔ مین روڈ۔ والٹن

لاہور کینٹ۔ کوڈ نمبر ۵۴۸۱۰

۲۳ر جمادی الاوّل ۱۴۲۵ھ

۱۳ر جولائی ۲۰۰۴ء

لمعات خلفائے اعلیٰ حضرت

محمد عبدالستار طاہر

ہمارے اسلاف عظیم الشان ہیں، ہماری تاریخ شاندار ہے ——— ہم جتنا فخر کریں کم ہے، ہم جتنا ناز کریں کم ہے مگر ہم بے خبر ہیں، ہم کو باخبر ہونا چاہیے ——— ہم سو رہے ہیں، ہم کو جاگنا چاہیے ——— اللہ اکبر! کیسی کیسی عظیم ہستیاں نظروں سے اوجھل ہو گئیں!

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ جیسی مایہ ناز شخصیت جس نے ایک عہد کو متاثر کیا ——— بلکہ پورا کہیئے کہ ایک زمانے کو کئی زمانوں تک کے لیے مسخر کر لیا۔

اس یگانۂ روزگار ہستی کے تربیت یافتہ کس پائے کے ہوں گے۔ حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خلفاء کے بارے میں مجمل طور پر ذکر فرمایا ہے:

''مولانا بریلوی کے خلفاء پاکستان و ہندوستان، حجاز مقدس اور دوسرے بلاد اسلامیہ میں پھیلے ہوئے تھے۔''[1]

ان خلفاء کی علمی ثقاہت کے بارے میں آپ لکھتے ہیں:

''حضرت فاضل بریلوی کے خلفاء میں بعض تو ایسے بھاری بھر کم ہیں کہ ان کے حالات و خدمات کا جائزہ لیا جائے تو ضخیم کتابیں تیار ہو جائیں۔ افسوس ابھی تک کماحقہ کام نہیں کیا گیا۔ ورنہ دنیا دیکھتی کہ ہندوستان کے آسمانِ علم و دانش سے طلوع ہونے والا آفتاب اپنے دامن میں کتنے چاند سمیٹے ہوئے تھا۔ ان خلفاء پر سیر حاصل لکھنے کی ضرورت ہے، لیکن راہ میں بہت سے کٹھن مرحلے ہیں، ان کو طے کرنا آسان نہیں۔''[2]

1۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۱ء
2۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم، خلفائے اعلیٰ حضرت محررہ ۶ رجب ۱۹...ء مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء

مزید ذکر فرماتے ہیں:

''کتاب خلفائے اعلیٰ حضرت'' میں میاں محمد صادق قصوری صاحب نے ابتداء میں ۵۳ خلفاء کے حالات شامل کئے تھے۔ بعد میں مولانا جلال الدین قادری زید مجدہ نے ۳۰ خلفاء کے حالات کا اضافہ کیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

یوں ۸۳ خلفاء کا ذکر آ گیا ـــــ بعض کے حالات مفصل اور بعض کے مجمل، ماسوائے چند ایک کے تمام خلفاء کا تعلق پاک و ہند سے ہے۔ اگر تمام خلفاء عرب کو بھی شامل کر لیا جاتا تو یہ کتاب ضخامت کے لحاظ سے دوگنی ہو جاتی۔ کیونکہ ان خلفاء کی تعداد بھی کچھ کم نہیں۔ البتہ ان کے حالات کا پاکستان میں دستیاب ہونا ذرا مشکل ہے۔ اسکے لئے تلاش و جستجو اور محنت کی ضرورت ہے، اگر حرمین شریفین کے کوئی فاضل اس طرف متوجہ ہوں تو یہ کام قدرے آسانی سے ہو سکتا ہے۔''[1]

خلفائے اعلیٰ حضرت کے ذیل میں حضرت مسعود ملت رقم طراز ہیں:

''ہندوستان و پاکستان اور ممالک اسلامیہ خصوصاً حرمین شریفین میں مولانا بریلوی کے بکثرت خلفاء تھے، جن کی تعداد ۱۰۰ سے متجاوز ہے۔''[2]

ایک اور جگہ قدرے تفصیل سے لکھتے ہیں:

''فاضل بریلوی کے بے شمار خلفاء تھے جو پاک و ہند اور حرمین شریفین میں پھیلے ہوئے تھے۔ ''الاجازات المتینہ'' کے مطالعہ سے حرمین شریفین

۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم، خلفائے اعلیٰ حضرت محررہ ۶؍۷؍۱۹۹۱ء مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء

نوٹ:۔ عبدالحق انصاری اور بہاء الحق صاحب بہاؤالدین زکریا لائبریری، چکسن چکوال نے اس سلسلے میں خاصی پیش رفت کی ہے۔ ماہنامہ معارف رضا کراچی میں علمائے حرمین شریفین اور اعلیٰ حضرت کے حوالے سے گزشتہ ۳ سال سے قسط وار مضامین شائع ہو رہے ہیں۔

۲۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۱ء

میں آپ کے خلفاء کی تعداد کا ایک سرسری اندازہ ہوتا ہے۔ فاضل بریلوی نے سات مختلف سندیں تحریر فرمائیں جو صاحب اجازت کے نام اور مرتبے کے لحاظ سے معمولی ترمیم واضافہ کے ساتھ عنایت کی گئیں۔

(ا) پہلی سند شیخ محمد عبدالحیٔ ابن الشیخ الکبیر السید عبدالکبیر الکتانی الحسنی المکی (م۔ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء) کو عنایت فرمائی۔[1]

(ب) دوسری سند شیخ اسماعیل خلیل مکی آفندی (م۔ ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء)[2] کیلئے مرحمت فرمائی:۔

① شیخ مصطفےٰ خلیل مکی آفندی (م۔ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)[3]

② شیخ مامون البری المدنی

③ شیخ عبدالرحمٰن

④ شیخ عابدین حسین مفتی مالکیہ (م۔ ۱۳۴۱ھ)[4]

⑤ شیخ علی بن حسین

⑥ شیخ جمال بن محمد الامیر مرزوقی

⑦ شیخ عبداللہ بن ابی الخیر میرداد

⑧ شیخ بکر رفیع

⑨ شیخ ابی حسین مرزوقی

⑩ شیخ اسعد الدھان

⑪ شیخ علی بن حسین

⑫ شیخ عبداللہ دحلان (م۔ ۱۳۳۶ھ)[5]

۱۔ اختر شاہجہان پوری، علامہ: سیرت امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء

۲۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم "الملفوظ" مطبوعہ کراچی

۳۔ ایضاً

۴۔ میاں صادق قصوری: خلفائے اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء

۵۔ ایضاً

(۱۳) شیخ حسن العجمی

(۱۴) شیخ الدلائل سید محمد سعید

(۱۵) شیخ عمر المحروسی

(۱۶) شیخ عمر بن حمدان

(ج) تیسری سند شیخ احمد خضراوی المکی (م۔ ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۷ء) کو عنایت فرمائی۔[1]

(د) چوتھی سند ضروری ترمیم واضافے کے ساتھ ان حضرات کو عنایت فرمائی:

(۱۷) شیخ ابو الحسن محمد المرزوقی

(۱۸) شیخ حسین المالکی

(۱۹) شیخ علی بن حسین

(۲۰) شیخ محمد جمال

(۲۱) شیخ صالح کمال مکی (م۔ ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۶ء)[2]

(۲۲) شیخ عبد اللہ میرداد

(۲۳) شیخ احمد ابی الخیر میرداد

(۲۴) سید سالم بن عیدروس (م۔ ۱۳۲۷ھ)[3]

(۲۵) سید علوی بن حسن

(۲۶) سید ابوبکر بن سالم

(۲۷) شیخ محمد بن عثمان دحلان

(۲۸) شیخ محمد یوسف

۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم، الملفوظ، مطبوعہ کراچی۔

۲۔ ایضاً

نوٹ:۔ علامہ اختر شاہجہان پوری نے "سیرت امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء میں شیخ صالح کمال کا سن وفات ۱۹۰۷ء لکھا ہے۔

۳۔ مجید اللہ قادری، پروفیسر ڈاکٹر: خلفائے اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء

(ھ) پانچویں سند شیخ عبد القادر کردی مکی (م۔ ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۲۷ء[1]) کو مرحمت فرمائی۔

(و) چھٹی سند شیخ محمد بن سید ابی بکر الرشیدی کو مرحمت فرمائی۔

(ز) ساتویں سند شیخ محمد بن سید محمد المغربی کو عنایت فرمائی۔

یہ وہ علماء حرمین ہیں جن کو تحریری اجازت نامے عنایت فرمائے۔ بہت سے حضرات کو زبانی اجازت مرحمت فرمائی کہ ان کی تعداد کا علم نہیں[2] مذکورہ بالا چونتیس خلفائے حرمین کے علاوہ حضرت مسعود ملت نے ایک جگہ مزید یہ نام بھی لکھے ہیں:۔

① شیخ حسین جلال مکی

② سید علوی بن حسین

③ شیخ فرید کی[3] (م۔ [illegible])[4]

حرمین شریفین کے علاوہ پاک و ہند میں بھی فاضل بریلوی کے بکثرت خلفاء ہیں۔ جن حضرات کے اسمائے گرامی معلوم ہوسکے، وہ یہ ہیں:۔

① مولانا حامد رضا خاں (م۔ ۱۷ر جمادی الاول ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء)

② مولانا مصطفےٰ رضا خاں (م۔ ۱۴ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/ ۱۲ر نومبر ۱۹۸۱ء)

③ مولانا محمد ظفر الدین بہاری (م۔ ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء)[5]

④ مولانا سید دیدار علی شاہ الوری (م۔ ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء)[6]

⑤ مولانا امجد علی اعظمی برکاتی (م۔ ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء)

⑥ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (م۔ ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء)[7]

۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم، الملفوظ، مطبوعہ کراچی

۲۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء

۳۔ علامہ اختر شاہجہان پوری نے "سیرت امام احمد رضا" مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء میں شیخ فرید کی کا نام شیخ عبد اللہ فرید لکھا ہے۔

۴۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم، الملفوظ، مطبوعہ کراچی

۵۔ ایضاً

۶۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم، خلفائے اعلیٰ حضرت محررہ ۱۹۷۶ء

۷۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم، الملفوظ، مطبوعہ کراچی

(۷) مولانا شاہ احمد مختار صدیقی میرٹھی (م۔ ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء)[1]
(۸) مولانا شاہ سید احمد اشرف اشرفی جیلانی (م۔ ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۵۵ء)[2]
(۹) مولانا عبدالاحد قادری پیلی بھیتی[3] (م۔ ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء)[4]
(۱۰) مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (م۔ ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۴ء)[5]
(۱۱) مولانا محمد رحیم بخش آروی شاہ آبادی[6] (م۔ ۴/ ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۵ء)
(۱۲) مولانا لعل محمد خاں مدراسی (م۔ ۱۳۳۹ھ/ ۲۱ر جولائی ۱۹۲۱ء)
(۱۳) مولانا عمر بن ابوبکر کھتری، ساکن شہر پور بندر[7]
(۱۴) مولانا ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی (م۔ ۴ر ذی الحج ۱۴۰۱ھ/ ۲ر اکتوبر ۱۹۸۱ء)
(۱۵) مولانا محمد شفیع بیسل پوری (م۔ ۲۲ر رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ)
(۱۶) مولانا محمد حسنین رضا خاں (م۔ ۵ر صفر المظفر ۱۴۰۱ھ/ ۱۴ر دسمبر ۱۹۸۱ء)
(۱۷) مولانا شریف الدین کوٹلی لوہاراں (م۔ ۶ر ربیع الآخر ۱۳۷۰ھ/ ۱۵ر جنوری ۱۹۵۱ء)
(۱۸) مولانا امام الدین کوٹلی لوہاراں (م۔ ۱۹ر ربیع الآخر ۱۳۸۱ھ/ ۲ر اگست ۱۹۶۱ء)
(۱۹) مولانا مفتی غلام جان ہزاروی (م۔ ۲۵ر محرم الحرام ۱۳۷۹ھ/ یکم اگست ۱۹۵۹ء
(۲۰) مولانا احمد حسین امروہوی (م۔ ۲۷ر رجب المرجب ۱۳۶۱ھ/ ۱۱ر اگست ۱۹۵۹ء)
(۲۱) مولانا عبدالسلام صدیقی جبل پوری[8] (م۔ ۱۸ر جمادی الاول ۱۳۷۲ھ/ ۳ر فروری ۱۹۵۳ء)
(۲۲) مولانا برہان الحق محمد عبدالباقی جبل پوری (م۔ ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء)

۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم، خلفائے اعلیٰ حضرت محررہ ۱۹۷۶ء
۲۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم، الملفوظ، مطبوعہ کراچی
۳۔ اختر شاہجہان پوری، علامہ: سیرت امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء
۴۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم، الملفوظ، مطبوعہ کراچی
۵۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم، خلفائے اعلیٰ حضرت محررہ ۱۹۷۶ء
۶۔ اختر شاہجہان پوری، علامہ: سیرت امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء
۷۔ ایضاً
۸۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تنقیدات و تعاقبات امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء

(۲۳) سید فتح علی شاہ، پنجابی[1] کھروڑ سیداں[2] (م۔ ۸/رجب المرجب ۱۳۷۷ھ/ ۱۸/جنوری ۱۹۵۸ء)

(۲۴) مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری (م۔ ۱۳۹۸ھ/ ۲۳/ستمبر ۱۹۷۸ء)

(۲۵) مولانا عمر الدین ہزاروی (م۔ ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء)

(۲۶) مولانا شاہ محمد حبیب اللہ قادری میرٹھی (م۔ ۲۶/شوال المکرم ۱۳۶۷ھ/ یکم ستمبر ۱۹۴۸ء)

(۲۷) مولانا میر مومن علی مومن جنیدی (م۔ ۱۹۸۳ء)

(۲۸) پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری (م۔ ۵/ربیع الاول ۱۳۵۸ھ/ ۲۵/اپریل ۱۹۳۹ء)

(۲۹) قاری محمد بشیر الدین جبل پوری[3] (م۔ ۲/شوال المکرم ۱۳۲۶ھ)

(۳۰) مولانا عبد السلام باندوی (م۔ ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء)[4]

(۳۱) مولانا سید نور الحسن نگینوی (م۔ ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء)[5]

(۳۲) مولانا حکیم غلام احمد شوق فریدی[6] (م۔ ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء)[7]

(۳۳) مولانا محمد حبیب الرحمٰن پیلی بھیت (م۔ ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۳ء)[8]

(۳۴) قاضی عبد الوحید عظیم آبادی (م۔ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء)[9]

(۳۵) علامہ مفتی تقدس علی خاں (م۔ ۵/رجب ۱۴۰۸ھ/ ۲۲/فروری ۱۹۸۸ء)

۱۔ اختر شاہجہان پوری، علامہ: سیرت امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء

۲۔ بدر الدین احمد، مولانا: سوانح اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی

نوٹ:۔ نمبر شمار ۱۲ تا ۲۳ کے سنین وفات "خلفائے اعلیٰ حضرت" سے لئے گئے ہیں۔

۳۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء

۴۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم، خلفائے اعلیٰ حضرت، محررہ ۱۹۷۶ء

۵۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء

۶۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تنقیدات و تعاقبات امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء

۷۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم، الملفوظ، مطبوعہ کراچی

۸۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم، خلفائے اعلیٰ حضرت، محررہ ۱۹۷۶ء

۹۔ ایضاً

نوٹ:۔ نمبر شمار ۲۳ تا ۲۸ کے سنین وفات "خلفائے اعلیٰ حضرت" مطبوعہ کراچی سے لئے گئے ہیں۔

خلفاء کے ضمن میں حضرت مسعود ملت نے اپنی نگارشات میں گاہے بگاہے جو ذکر فرمایا ہے۔ وہ ۱۹۷۳ء تا ۱۹۸۱ء کے عرصہ تک محیط ہے۔ یعنی ''فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں'' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء سے خلفائے اعلیٰ حضرت کا ذکر شروع ہوتا ہے اور پھر ضمناً ''حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی'' مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۱ء میں ذکر ملتا ہے۔ اس دوران میں کچھ نئی معلومات بھی در آئی ہیں۔ اس کے برعکس ''خلفائے اعلیٰ حضرت'' جسے میاں محمد صادق قصوری صاحب نے مرتب کیا تھا، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کی ایڈیٹنگ کے بعد ۱۹۹۲ء میں کراچی سے شائع ہوئی۔ اس لئے اس میں نسبتاً معلومات زیادہ وقیع ہیں۔ لہٰذا پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری لکھتے ہیں:

''۲۵، ۳۰ سے زیادہ نام علم میں آئے ہیں کہ ان کو اعلیٰ حضرت سے خلافت حاصل رہی۔ مگر یا تو ان کے حالات قطعی میسر نہ ہو سکے اور اگر حالات میسر ہوئے بھی تو ان کی خلافت پر شواہد زیادہ حاصل نہ ہو سکے، جس کی وجہ سے کئی اہم اور معروف شخصیات کو ان کے خلفاء میں شمار نہیں کیا جا سکا مثلاً:

(۱) مولانا وصی احمد محدث سورتی (م۔ ۸ر جمادی الآخر ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء)[۱]

(۲) مولانا حشمت علی خاں لکھنوی (م۔ ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء)[۲]

(۳) مولانا حسن رضا خاں (م۔ ۳ر شوال المکرم ۱۳۲۶ھ/ ۹۔ ۱۹۰۸ء)[۳]

(۴) مولانا محمد رضا خاں

(۵) مولانا حکیم سید محمد عزیز غوث بریلوی (م۔ ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۳ء)[۴]

(۶) مولانا ایوب علی (۷) مولانا عبد الباری لکھنوی

(۸) مولانا عرفان علی بیسل پوری (۹) مولانا سلطان احمد خان وغیرہم[۵]

۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۱ء

۲۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تحقیقات وتعاقبات امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۸ء

۳۔ اقبال احمد قدری اختری، مولانا: ذکر حسن بریلوی اور اصحاب فکر و نظر ماہنامہ سنی دنیا، بریلی، حسن بریلوی نمبر ۱۹۹۲ء

۴۔ اختر شاہجہان پوری، علامہ: سیرت امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۸ء

۵۔ مجید اللہ قادری، پروفیسر ڈاکٹر: عرض مؤلف، خلفائے اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء

حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے جن خلفاء کا ذکر فرمایا ہے، اس کام کو میاں محمد صادق قصوری صاحب اور پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب نے آگے بڑھایا ہے۔ بالخصوص پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب نے اعلیٰ حضرت کے دیگر علماء سے روابط پر یہ مقالات بھی لکھے ہیں:۔

(۱) امام احمد رضا اور علمائے بھر چونڈی شریف، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء

(۲) امام احمد رضا اور علمائے کراچی، مطبوعہ کراچی لاہور ۱۹۹۴ء

(۳) امام احمد رضا اور علمائے بہاولپور، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۵ء

(۴) امام احمد رضا اور علمائے سندھ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۵ء

(۵) امام احمد رضا اور علمائے لاہور، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۶ء

(۶) امام احمد رضا اور علمائے ڈیرہ غازی خاں۔

اگرچہ حضرت مسعود ملت نے ۳۷ خلفائے عرب و افریقہ کے نام لکھے ہیں۔ خلفائے عرب و افریقہ پر میاں محمد صادق قصوری صاحب اور خلفائے پاک و ہند پر پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب نے لکھا ہے۔ یہاں قارئین کی معلومات کے لئے بقیہ خلفاء کے نام دیئے جا رہے ہیں جو کہ اضافہ کا حکم رکھتے ہیں:۔

(۱) الشیخ السید حسین جمال بن عبد الرحیم

(۲) السید حسین مدنی بن سید عبد القادری شامی

(۳) السید محمد ابراہیم مدنی

(۴) الشیخ محمد سعید بن محمد بالسبیل مفتی شافعیہ

لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ واضح کر دوں کہ حضرت مسعود ملت نے جو فہرس لکھی ہے، اس کے مطابق یہ نام میاں محمد صادق قصوری صاحب کی فہرس میں شامل نہیں ہیں۔ یہ نام ان پر اضافہ ہیں۔ یہ الگ بات کہ ان خلفاء کے حالات نہ مل سکے ہوں:۔

(۱) شیخ عبد الرحمٰن

(۲) شیخ ابی حسین مرزوقی

(۳) شیخ عمر المحروسی

(۴) شیخ عمر بن حمدان [1]

(۵) شیخ علی بن حسین [2]

(۶) شیخ ابوالحسن محمد المرزوقی

(۷) شیخ حسین المالکی

(۸) شیخ احمد ابی الخیر میرداد

اسی طرح سے خلفائے پاک و ہند کے جو نام حضرت مسعود ملت کے حوالہ سے ملتے ہیں، وہ گزشتہ سطور میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ان کے علاوہ جو نام "خلفائے اعلیٰ حضرت" میں مذکور ہیں، وہ یہ ہیں:۔

(۱) مولانا احمد بخش صادق (م۔ ۲ رجب المرجب ۱۳۶۴ھ/ ۱۳ رجون ۱۹۴۵ء)

(۲) مولانا جمیل الرحمٰن قادری بریلوی

(۳) مولانا سید محمد حسین بریلوی

(۴) مولانا حامد علی فاروقی (م۔ ۲۶ رمحرم الحرام ۱۳۶۸ھ)

(۵) مولانا رحم الٰہی منگوری (م۔ صفر ۱۳۶۳ھ)

(۶) مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی (م۔ ۲۸ رمحرم الحرام ۱۳۶۴ھ)

(۷) مولانا عبدالحق پیلی بھیتی (م۔ ۱۳۶۱ھ)

(۸) مولانا عبدالحئی پیلی بھیتی (م۔ جون ۱۹۴۰ء)

۱۔ واضح رہے کہ شیخ عمر المحروسی اور شیخ عمر بن حمدان دو الگ الگ شخصیات نہیں بلکہ بمطابق "خلفائے اعلیٰ حضرت" یہ ایک ہی شخص "شیخ عمر بن حمدان المحروسی" ہیں۔ البتہ علامہ اختر شاہجہان پوری نے "سیرت امام احمد رضا" مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء میں انہیں دو علیحدہ علیحدہ شخصیات شمار کیا ہے۔

۲۔ حضرت مسعود ملت نے شیخ علی بن حسین کا نام بحوالہ "الاجازات المتینۃ" تین بار لکھا ہے۔ دوسری سند کے ذیل میں شیخ علی بن حسین دو بار اور چوتھی سند کے ذیل میں ایک بار مذکور ہے۔ ممکن ہے یہ تینوں حضرات مختلف ہوں، یا پھر ایک ہی ذات سہ بار مذکور ہے اور شاید شیخ حسین المالکی بھی یہی ہوں۔

(۹) مولانا عبدالعزیز بجنوری (م۔ ۸ر جمادی الاول ۱۳۳۹ھ)
(۱۰) مولانا عزیز الحسن پھپھوندی (م۔ ۱۳۶۲ھ)
(۱۱) مولانا سید عبدالرشید مظفر پوری
(۱۲) قاضی شمس الدین جونا پوری
(۱۳) سید غلام جان جام جودھپوری [1]
(۱۴) مولانا محمد اسماعیل فخری (م۔ ۱۳۷۱ھ)
(۱۵) حاجی کفایت اللہ
(۱۶) سید محمد محدث کچھوچھوی (م۔ ۱۶ر رجب المرجب ۱۳۸۱ھ/ ۲۵ر دسمبر ۱۹۶۱ء)
(۱۷) مولانا مشتاق احمد کانپوری (م۔ ۲۹ر رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ/ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۴۱ء)

(۱۸) مولانا نثار احمد کانپوری (م۔ اپریل ۱۹۳۱ء)
(۱۹) مولانا یقین الدین (م۔ ۱۱ر جمادی الآخرہ ۱۳۷۱ھ)
(۲۰) مولانا ہدایت رسول قادری لکھنوی (م۔ ۲۳ر رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۵ء)

مذکورہ بالا کے علاوہ جن حضرات کا ذکر "خلفائے اعلیٰ حضرت" میں نہیں ملتا، مگر حضرت مسعود ملت نے ان کی نشاندہی فرمائی ہے:۔

(۱) مولانا عمر بن ابوبکر
(۲) مولانا حکیم غلام احمد شوق فریدی [2] (م۔ ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء)

اسی طرح علامہ اختر شاہجہان پوری صاحب نے خلفاء کے ذیل میں درج ذیل نام بھی لکھے ہیں:۔

(۱) مولانا سید علی اکبر شاہ علی پوری
(۲) مولانا محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں (م۔ ۱۱ر صفر ۱۳۸۵ھ/

۱۔ اختر شاہجہان پوری، علامہ: سیرت امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء

۲۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تنقیدات و تعاقبات امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء

۱۲؍ جون ۱۹۶۵ء) ۱؎

(۳) علامہ ابوالفیض قلندر علی سہروردی لاہور (م ۔ ۸ ۱۳۷ھ / ۱۹۵۸ء)

یہ نام حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب اور ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کے مذکورہ خلفاء میں شامل نہیں ہیں۔ عین ممکن ہے کہ بعد کی تحقیق نے ان شخصیات کو خلفاء کی صف میں شمار نہ کیا ہو۔

''انتخاب حدائق بخشش'' میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے لکھا ہے:

''پاک و ہند اور عرب وعجم میں حضرت رضا بریلوی کے دو سو سے زیادہ خلفاء ہوئے، جن میں اکثر اپنے عہد کے ممتاز علماء و مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔'' ۲؎

جیسا کہ گزشتہ سطور میں یہ بیان کیا گیا کہ بعض خلفاء ایسے بھی تھے جنہیں اعلیٰ حضرت نے زبانی خلافت عطا فرمائی لیکن ان کے بارے میں معلومات سامنے نہیں ہیں، ہاں مگر تحقیق کا باب کھلا ہے۔ جابجا بکھرے ہوئے ان گوہر ہائے آبدار کو اکٹھا کرنا اگرچہ بہت دشوار ہے لیکن اصل میں حق محنت اس دشواری کو ہی دور کرنا ہے۔ یہ جواہر ریزے سمیٹ کر تائید ایزدی سے کوئی بھی ان پر اضافہ کرسکتا ہے۔

تاریخ نے یہ بات طے کردی ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ، ان کے صاحبزادوں، خلفاء اور تلامذہ نے اسلام اور پاکستان کے لئے دامے، درمے، قدمے، سخنے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ ان کی بے لوث خدمات کا ہم پر حق ہے کہ ان پر تحقیق کر کے ہم ان کی سیرتیں اجاگر کریں اور ان سیرتوں کی روشنی میں اپنی سیرت کی تعمیر کریں۔

محررہ

۴؍ ربیع الاول شریف ۱۴۱۷ھ / ۳۱؍ جولائی ۱۹۹۶ء — محمد عبدالستار طاہر عفی عنہ

۱۔ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی، علامہ: تذکرۂ جمیل، مطبوعہ بریلی شریف ۱۹۹۱ء

۲۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: انتخاب حدائق بخشش، ص ۲۸۳، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۵ء

ماہ وسال ـــــ حیات امام احمد رضا علیہ الرحمہ

مرتب: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی

۱	ولادت باسعادت	۱۰؍شوال ۱۲۷۲ھ / ۱۴؍جون ۱۸۵۶ء
۲	ختم قرآن کریم	۱۲۷۶ھ/ ۱۸۶۰ء
۳	پہلی تقریر	ربیع الاول ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء
۴	پہلی عربی تصنیف	۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء
۵	دستار فضیلت	شعبان ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء بعمر تیرہ سال، دس ماہ، پانچ دن
۶	آغاز فتویٰ نویسی	۱۴؍شعبان ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء
۷	آغاز درس وتدریس	۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء
۸	ازدواجی زندگی	۱۲۹۱ھ/ ۱۸۷۴ء
۹	فرزند اکبر مولانا محمد حامد رضا خاں کی ولادت	ربیع الاول ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء
۱۰	فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت	۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ء
۱۱	بیعت وخلافت	۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء
۱۲	پہلی اردو تصنیف	۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء
۱۳	پہلا حج اور زیارت حرمین شریفین	۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء
۱۴	شیخ احمد بن زین بن دحلان مکی سے اجازت احادیث	۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء

۱۵	مفتی مکہ شیخ عبدالرحمٰن السراج سے اجازت حدیث	۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء
۱۶	شیخ عابد السندی کے تلمیذ رشید امام کعبہ شیخ حسین بن صالح الجمل مکی سے اجازت حدیث	۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء
۱۷	احمد رضا کی پیشانی میں شیخ موصوف کا مشاہدہ انوار الٰہیہ	۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء
۱۸	مسجد خیف (مکہ معظمہ) میں بشارت مغفرت	۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء
۱۹	زمانہ حال کے یہود ونصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کے عدم جواز کا فتویٰ	۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء
۲۰	تحریک ترک گئوکشی کا سد باب	۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء
۲۱	پہلی فارسی تصنیف	۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء
۲۲	اردو شاعری کا شاہکار "قصیدہ معراجیہ" کی تصنیف	قبل ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء
۲۳	فرزند اصغر مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خاں کی ولادت	۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء
۲۴	ندوۃ العلماء کے جلسہ تاسیس (کانپور) میں شرکت	۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء
۲۵	تحریک ندوہ سے علیحدگی	۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء
۲۶	مقابر پر عورتوں کے جانے کی ممانعت میں فاضلانہ تحقیق	۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء
۲۷	قصیدہ عربیہ "آمال الابرار والآلام الاشرار" کی تصنیف	۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء
۲۸	ندوۃ العلماء کے خلاف ہفت روزہ اجلاس پٹنہ میں شرکت	رجب ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء
۲۹	علماء ہند کی طرف سے خطاب "مجدد مائۃ حاضرہ"	۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء
۳۰	تاسیس دار العلوم منظر اسلام بریلی	۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء
۳۱	دوسرا حج اور زیارت حرمین طیبین	۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء

۳۲	امام کعبہ شیخ عبداللہ میرداد اور ان کے استاذ شیخ حامد احمد محمد جداوی مکی کا مشترکہ استفتاء اور احمد رضا کا فاضلانہ جواب	۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء
۳۳	علماء مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے نام سندات اجازت و خلافت	۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء
۳۴	کراچی آمد اور مولانا عبدالکریم درس سندھی سے ملاقات	۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء
۳۵	احمد رضا کے عربی فتوے کو حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی کا زبردست خراج عقیدت	۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء
۳۶	شیخ ہدایت اللہ بن محمد بن محمد سعید السندی مہاجر مدنی کا اعتراف مجددیت	۱۴ربیع الاول ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء
۳۷	قرآن کریم کا اردو ترجمہ ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن''	۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء
۳۸	شیخ موسیٰ علی الشامی الازہری کی طرف سے خطاب ''امام الائمہ المجدد لهذه الامّه''	یکم ربیع الاول ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء
۳۹	حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی کی طرف سے خطاب ''خاتم الفقہاء والمحدثین''	۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء
۴۰	علم المربعات میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے مطبوعہ سوال کا فاضلانہ جواب	قبل ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء
۴۱	ملت اسلامیہ کیلئے اصلاحی اور انقلابی پروگرام کا اعلان	۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء
۴۲	بہاولپور ہائی کورٹ کے جسٹس محمد دین کا استفتاء اور اس کا فاضلانہ جواب	۲۳رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء
۴۳	مسجد کانپور کے قضیئے پر برطانوی حکومت سے معاہدہ کرنے والوں کے خلاف ناقدانہ رسالہ	۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء
۴۴	ڈاکٹر سر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کی آمد اور استفادہ علمی	مابین ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء اور (۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء)

۴۵	انگریزی عدالت میں جانے سے انکار اور حاضری سے استثناء	۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء
۴۶	صدر الصدور صوبہ جات دکن کے نام ارشاد نامہ	۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء
۴۷	تاسیس جماعت رضائے مصطفیٰ، بریلی	تقریباً ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء
۴۸	سجدہ تعظیمی کی حرمت پر فاضلانہ تحقیق	۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء
۴۹	امریکی ہیأۃ داں پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کو شکست فاش	۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء
۵۰	آئزک نیوٹن اور آئن شائن کے نظریات کے خلاف فاضلانہ تحقیق	۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء
۵۱	ردحرکت زمین پر ۱۰۵ دلائل اور فاضلانہ تحقیق	۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء
۵۲	فلاسفہ قدیمہ کا رد بلیغ	۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء
۵۳	دو قومی نظریہ پر حرف آخر	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
۵۴	تحریک خلافت کا افشائے راز	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
۵۵	تحریک ترک موالات کا افشائے راز	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
۵۶	انگریزوں کی معاونت اور حمایت کے الزام کے خلاف تاریخی بیان	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
۵۷	وصال پُر ملال	۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ/۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء
۵۸	مدیر "پیسہ اخبار" لاہور کا تعزیتی نوٹ	یکم ربیع الاول ۱۳۴۰ھ
۵۹	سندھ کے ادیب شہیر سرشار عقیلی کا تعزیتی مقالہ	۱۳۴۱ھ/ستمبر ۱۹۲۲ء
۶۰	بمبئی ہائی کورٹ کے جسٹس ڈی۔ ایف۔ ملا کا خراج عقیدت	۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء
۶۱	شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال کا خراج عقیدت	۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء

تعارف
حضرت رضا بریلوی

۱۔ اسم گرامی محمد احمد رضا خاں رضا قادری حنفی، اجداد کا تعلق قندھار (افغانستان) سے تھا، بعض اکابر سلطنت مغلیہ میں اہم عہدوں پر فائز تھے، جدامجد مولانا رضا علی خاں نے انقلاب ۱۸۵۷ء میں مجاہدین جنگ آزادی کی سرپرستی فرمائی۔

۲۔ ۱۰؍شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴؍جون ۱۸۵۶ء کو بریلی (یوپی، بھارت) میں ولادت باسعادت ہوئی۔

۳۔ ۲۵؍صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸؍اکتوبر ۱۹۲۱ء کو بریلی (بھارت) میں وصال ہوا۔

۴۔ والد ماجد علامہ محمد نقی علی خاں اور دوسرے علماء فضلاء سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی اور ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں درس نظامیہ سے بریلی میں فارغ ہو کر دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔حضرت رضا بریلوی نہ دیوبند گئے اور نہ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی بلکہ انہوں نے بعض مسائل میں علماء دیوبند کا رد لکھا ہے۔علماء دیوبند میں حضرت رضا بریلوی کے پایہ کا کوئی عالم نہ تھا۔۲۴ سال مسلسل مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ سامنے آیا ہے۔

۵۔ ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں پہلا حج کیا اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ علمائے حرمین شریفین سے استفادہ کیا، ان سے اجازتیں لیں اور ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں دوسرا حج کیا، علمائے حرمین طیبین کو اجازت و خلافت سے نوازا، ان کے علمی سوالات کے عربی زبان میں فاضلانہ اور محققانہ جوابات بھی دیئے۔

۶۔ ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء میں مارہرہ شریف حاضر ہو کر شاہ آل رسول مارہروی سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوئے، متعدد سلاسل طریقت میں اجازت و خلافت حاصل کی۔

۷۔ علمائے مکہ میں شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی، شیخ حسین بن صالح مکی اور شیخ احمد بن

زین دحلان مکی وغیرہ سے سندات حدیث حاصل کیں۔

۸۔ ہندوستان میں حضرت رضا بریلوی کا سلسلۂ حدیث شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ عابد سندھی اور علامہ عبدالعلی لکھنوی وغیرہ سے ملتا ہے۔

۹۔ فن حدیث میں حضرت رضا بریلوی کی ۴۰ سے زیادہ شروح وحواشی اور تصانیف وتعلیقات ہیں۔

۱۰۔ حضرت رضا بریلوی ۷۵ سے زیادہ علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے اور ۵۰ سے زیادہ علوم وفنون میں ان کے ایک ہزار سے زیادہ کتب ورسائل اور شروح و حواشی یادگار ہیں۔

۱۱۔ حضرت رضا بریلوی کی تصانیف میں عالم اسلام نے سب سے زیادہ فیض ترجمہ قرآن ''کنزالایمان''، ''فتاویٰ رضویہ'' اور ''حدائق بخشش'' سے حاصل کیا، ان کے بیسیوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

۱۲۔ حضرت رضا بریلوی عربی، فارسی، اردو اور ہندی زبانوں پر یکساں عبور رکھتے تھے۔ وہ ان زبانوں کے نبض شناس اور ماہر تھے۔ عربی، فارسی اور اردو میں ان کے دیوان موجود تھے۔ اب اردو دیوان حدائق بخشش (جس میں کچھ فارسی کلام بھی ہے) موجود ہے۔ باقی عربی اور فارسی کلام منتشر صورت میں ملتا ہے اور اپنی مثال آپ ہے خصوصاً عربی قصائد ـــــ ان کے فارسی اور اردو منظوم فتاویٰ کا ایک ذخیرہ ہے جو ابھی تک مرتب نہ ہو سکا۔ کچھ اردو کلام بھی باقی ہے۔

۱۳۔ حضرت رضا بریلوی اردو نعت گوئی کے سرتاج اور اردو نثر نگاری کے سردار تھے۔ معاصر علماء وشعرا اور نثر نگاروں میں پایہ کا کوئی عالم اور شاعر ادیب نظر نہیں آتا۔

۱۴۔ حضرت رضا بریلوی اپنے دور کے عظیم مدبر، متبحر عالم، مفکر، فلسفی، سائنس دان اور قانون داں تھے۔ انہوں نے اپنی تعلیمی، سیاسی، اصلاحی، سائنسی، معاشی نظریات پیش کئے، ملت اسلامیہ کو باطل کے خلاف تنقیدی شعور عطا فرمایا۔

قوموں کی زندگی میں عقیدے کی اہمیت کو اجاگر کیا ـــــ وہ عہد آفریں، عہد ساز شخصیت کے مالک اور سچے عاشق رسول تھے۔

۱۵۔ حضرت رضا بریلوی دانشوران اسلام کے عظیم سلسلے کی اہم کڑی ہیں جنہوں نے ملت اسلامیہ کے شاندار ماضی کے تاریخی تسلسل کو ٹوٹنے نہ دیا ـــــ ان کی تخلیقات سے وہی بے اعتنائی برتی گئی جو قرونِ وسطیٰ کے دانشورانِ اسلام کے ساتھ برتی گئی ـــــ حضرت رضا بریلوی کی تخلیقات، افکار ونظریات دنیائے اسلام کا انمول سرمایہ ہیں۔ انہوں نے دورِ غلامی میں احرار کے لئے ایک عظیم علمی ذخیرہ چھوڑا۔

۱۶۔ حضرت رضا بریلوی نے فرقہ بندی کے خلاف سخت جدوجہد کی، وہ مسلک اہل سنت وجماعت کے عظیم پیشوا تھے اور سلف صالحین کے سچے پیرو ـــــ انہوں نے ملت اسلامیہ کو تکفیر کے سیلاب عظیم سے محفوظ رکھا اور غریبوں کی عزت و ناموس، ایمان ویقین کو خاک میں ملنے نہ دیا۔

۱۷۔ حضرت رضا بریلوی کے پیغام اور تعلیمات میں دسویں صدی ہجری کی عظیم شخصیت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی آواز بازگشت سنی جاسکتی ہے

- ـــ دونوں نے عشق رسول اور اتباع رسول علیہ التحیۃ والتسلیم پر زور دیا ـــ
- ـــ دونوں نے سلف صالحین کے عقائد وافکار کی ترویج کی ـــ
- ـــ دونوں نے شریعت وطریقت میں فرق کرنے والوں کا محاسبہ ومحاکمہ کیا
- ـــ دونوں نے اہل بدعت اور باطل فرقوں کے خلاف قلمی اور علمی جہاد کیا۔
- ـــ دونوں نے گستاخانِ رسول، مدعیانِ نبوت، صحابہ واہل بیت کے دشمنوں کا تعاقب کیا ـــ
- ـــ دونوں نے مکاتیب کے ذریعہ حق وصداقت کی ترویج کی۔
- ـــ دونوں نے علماء ومشائخ کو اپنا مخاطب بنایا بلکہ حضرت مجدد الف ثانی

نے بادشاہوں، وزیروں اور فوجی افسروں کو بھی مخاطب بنایا اور ان کی اصلاح فرمائی۔

● —دونوں نے دوقومی نظریہ کا احیاء کیا—— ملی غیرت کو جگایا۔

● —دونوں نے عوام وخواص کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا بلکہ حضرت مجدد الف ثانی نے حکومت کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور ایک عظیم انقلاب برپا کیا—

● —دونوں کے خلفاء نے ان کے مشن کو آگے بڑھایا اور برصغیر پاک وہند پر انقلابی اثر ڈالا—

● —دونوں نے ایسی تصانیف یادگار چھوڑیں جو پچھلوں کی سمجھ سے بھی بالاتر ہیں—

الغرض دونوں عالم اسلام کے آفتاب وماہتاب ہیں۔

۱۸۔ حضرت رضا بریلوی نے دنیا کے بیاہ دانوں کے نظریات کو چیلنج کیا مثلاً آئزک نیوٹن، البرٹ آئین اسٹائن، البرٹ۔ ایف پورٹا وغیرہ—— موخرالذکر کے نظریہ کو تو اس کے عہد میں باطل کر دکھایا اور ایک بڑا کارنامہ انجام دیا۔ آنے والوں کو مغرب کی اندھی تقلید سے محفوظ رکھا۔

۱۹۔ ایران، اردن، پاکستان، فرانس وغیرہ سے عربی، فارسی، اردو، فرانسیسی، انگریزی زبانوں میں شائع ہونے والے انسائیکلو پیڈیاز میں حضرت رضا بریلوی پر تحقیقی مقالات شائع ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

۲۰۔ حضرت رضا بریلوی کے حالات وافکار اور تصانیف پر مندرجہ ذیل یونیورسٹیوں سے سات فضلاء ڈاکٹریٹ کر چکے ہیں:

☆ کولمبیا یونیورسٹی (امریکہ) ☆ ہندو یونیورسٹی، بنارس (بھارت)

☆ پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) ☆ کانپور یونیورسٹی (بھارت)

☆ روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی (بھارت)

☆ کراچی یونیورسٹی (پاکستان) ☆ سندھ یونیورسٹی (پاکستان)[1]

حضرت رضا بریلوی دنیا کی وہ واحد شخصیت ہیں جن کے مختلف پہلوؤں پر دنیا کی بیس سے زیادہ یونیورسٹیوں میں کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔

۲۱۔ حضرت رضا بریلوی کی شاعری پر مندرجہ ذیل یونیورسٹیوں سے بعض فضلاء ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کر چکے ہیں اور کچھ تحقیق میں مصروف ہیں:

☆ برمنگھم یونیورسٹی (انگلستان) ☆ پنجاب یونیورسٹی (پاکستان)

☆ روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی (بھارت) ☆ عثمانیہ یونیورسٹی (بھارت)

☆ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (بھارت) ☆ کلکتہ یونیورسٹی (بھارت)

☆ میسور یونیورسٹی (بھارت)[2]

۲۲۔ حضرت رضا بریلوی کے اردو دیوان "حدائق بخشش" کی مختلف فضلاء نے مکمل اور جزوی شرحیں لکھی ہیں۔ مثلاً: ☆ علامہ مفتی محمد نصر اللہ خان، کراچی

☆ علامہ محمد فیض احمد اویسی (بہاولپور) ☆ علامہ مفتی محمد خان، لاہور

☆ علامہ غلام یٰسین امجدی، کراچی ☆ علامہ محمد اول رضوی، لاہور وغیرہ وغیرہ

کچھ شائع ہو چکیں اور کچھ شائع ہو رہی ہیں۔

۲۳۔ حضرت رضا بریلوی کے مشہور قصیدہ سلامیہ پر مختلف شعراء نے مکمل اور جزوی تضمینیں لکھی ہیں مثلاً: ☆ سید محفوظ علی صابر القادری

☆ سید محمد مرغوب اختر الحامدی ☆ بشیر حسین ناظم ☆ سید ہلال جعفری

☆ محمد عارف نقشبندی ☆ سید اسلم بستوی ☆ شمس بریلوی

☆ عزیز حاصل پوری ☆ راجہ رشید محمود ☆ فیاض احمد خاں کاوش

☆ عبد السلام شفیق ☆ محسن مظہری ☆ عبد الغنی سالک وغیرہم

۱۔ اب یہ تعداد پندرہ سے تجاوز کر گئی ہے۔

۲۔ مزید جامعات مثلاً جامعہ ازہر قاہرہ، اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، سندھ یونیورسٹی جامشورو حیدرآباد، سے بھی ایم فل ہو چکا ہے۔

۲۴۔ حضرت رضا بریلوی کی شخصیت اور علم و فن پر علماء محققین اور دانشوروں کے تاثرات پر مشتمل اردو اور انگریزی میں اب تک چھ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

۲۵۔ حضرت رضا بریلوی نے علوم و فنون عقلیہ و نقلیہ میں ایک ہزار سے زیادہ کتب و رسائل یادگار چھوڑے ہیں۔ تقریباً ۲۰۰ مخطوطات کے عکس اور بیسیوں مطبوعہ تصانیف ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی اور راقم کی ذاتی لائبریری میں موجود ہیں۔

۲۶۔ حضرت رضا بریلوی کے دو صاحبزادگان ہوئے:۔

☆ علامہ محمد حامد رضا خاں اور ☆ مفتی اعظم محمد مصطفےٰ رضا خاں۔

دونوں عالم و فاضل اور اپنے عہد میں نہایت ممتاز تھے۔ دونوں کی شعری اور تصنیفی یادگاریں موجود ہیں۔ اوّل الذکر کے حالات پر علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی نے ''تذکرہ جمیل'' (بریلی ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء) شائع کی ہے اور موخر الذکر کے حالات پر مولانا شہاب الدین رضوی کی ''مفتی اعظم اور ان کے خلفاء'' (بریلی ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء) اور مرزا عبدالوحید بیگ کی ''مفتی اعظم'' (بریلی ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء) شائع ہو گئی ہیں۔

۲۷۔ پاک و ہند اور عرب و عجم میں حضرت رضا بریلوی کے ۲۰۰ سے زیادہ خلفاء ہوئے جن میں اکثر اپنے عہد کے ممتاز علماء و مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔ محمد صادق قصوری اور ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے ''خلفائے اعلیٰ حضرت'' (مطبوعہ کراچی ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء) مرتب کر کے شائع کی ہے جس میں بعض خلفاء کے حالات اور علمی خدمات کا ذکر ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رضا بریلوی کے تلامذہ اور خلفاء بھی شعر و سخن کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ ان میں بعض کا شمار اپنے زمانے کے ممتاز نعت گو شعراء میں ہوتا ہے۔ یقیناً ان کا یہ ذوق شاعری حضرت رضا بریلوی کی نظر فیض اثر کا مرہون منت ہے۔

۲۸۔ اس وقت طریقت میں حضرت رضا بریلوی کے جانشین آپ کے پوتے علامہ محمد ابراہیم رضا خاں کے پوتے علامہ محمد ریحان رضا خاں رضا علیہ الرحمہ کے صاحبزادے علامہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں بحمد اللہ رونق بخش مسند ارشاد ہیں۔

۲۹۔ فتویٰ نویسی میں حضرت رضا بریلوی کے جانشین آپ کے پرپوتے علامہ محمد حامد رضا خاں کے پوتے اور مفتی اعظم محمد مصطفےٰ رضا خاں کے نواسے، علامہ محمد اختر رضا خاں ازہری میاں بفضلہ تعالیٰ مسند افتاء پر رونق افروز ہیں۔

۳۰۔ خانوادۂ رضویہ، بریلی میں متعدد مدارس دینیہ عربیہ کی سرپرستی کر رہا ہے، مثلاً

☆ دارالعلوم مظہر اسلام، بریلی ☆ دارالعلوم منظر اسلام، بریلی

☆ جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی

۳۱۔ پاک و ہند و بیرونی ممالک میں سینکڑوں مدرسے اور ادارے حضرت رضا بریلوی کی نسبت سے منسوب ہیں۔ "حراء فاؤنڈیشن"، بریلی ایسے ہزاروں مدارس دینیہ عربیہ کی ایک جامع ڈائریکٹری مرتب کر رہا ہے۔

۳۲۔ حضرت رضا بریلوی اور خانوادہ عالیہ رضویہ کا دائرہ فیض دنیا کے چار براعظموں پر پھیلا ہوا ہے، یعنی

☆ براعظم ایشیاء ☆ براعظم یورپ

☆ براعظم امریکہ ☆ براعظم افریقہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



فاضل بریلوی حضرت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ العزیز (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کو اپنے دور میں جو ہمہ گیر شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی غالباً معاصرین علماء و صوفیہ میں کسی کو حاصل نہ ہو سکی۔ آپ کے خلفاء کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ ایک طرف صوبہ مدراس، صوبہ بنگال اور صوبہ بہار میں آپ کے خلفاء پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف صوبہ پنجاب، صوبہ سرحد اور بلوچستان اور تیسری طرف صوبہ سندھ (پاکستان) اور صوبہ راجستھان میں، صوبہ سی۔ پی اور یو۔ پی تو گویا آپ کے زیرِ نگیں تھے۔ دائرہ خلفاء کی یہ ہمہ گیری شاید معاصرین صوفیہ میں کسی کو حاصل نہ ہو سکی۔ آپ کے خلفاء پاک و ہند میں مختلف شہروں میں موجود تھے۔ مثلاً بنگلور، مدراس، کلکتہ، عظیم آباد، جبل پور، آرہ، محمود آباد، میرٹھ، مراد آباد، بجنور، نگینہ، باندہ، اعظم گڑھ، کچھوچھہ، پیلی بھیت، الور، پرتاب گڑھ، کوٹلی لوہاراں، کراچی، کھروڈہ، سیالکوٹ، لاہور، آگرہ، مکھڈ وغیرہ وغیرہ۔ پھر نہ صرف پاک و ہند بلکہ بلادِ عرب، افریقہ، اور انڈونیشیا وغیرہ میں بھی آپ کے خلفاء موجود تھے۔ مثلاً مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، طرابلس، قابلس وغیرہ۔[1]

ظاہر ہے کہ ان خلفاء نے مجموعی طور پر حضرت فاضل بریلوی کے پیغام کو کہاں کہاں پہنچایا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ پاک و ہند میں کوئی ایسا شہر نہیں جہاں آپ کے معتقد اور جاں نثار موجود نہ ہوں۔

۱۔ حضرت فاضل بریلوی کے خلفاء سے متعلق مزید تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل ماخذ سے رجوع کریں:۔

(أ) احمد رضا خاں: الاجازۃ الرضویہ لمبجل بکۃ البھیہ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) قلمی

(ب) حامد رضا خاں: الاجازۃ المتینہ لعلماء بکۃ و المدینہ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) قلمی

(ج) محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء

(د) ”معارف رضا“ ماہنامہ اگست میں ۲۰۰۹ء تا حال ”فاضل بریلوی اور علمائے مکہ“ کے عنوان سے بہاالدین شاہ کے قسط وار مضامین شائع ہو رہے ہیں

آپ کے خلفاء میں حضرت مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ (مزار مبارک مدینہ منورہ) اور حضرت علامہ مفتی ضیاء الدین احمد مدنی علیہ الرحمہ (مزار مبارک مدینہ منورہ) کے مریدین و معتقدین تو تقریباً تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ خصوصاً ان ممالک میں بکثرت ہیں: ترکی، شام، مصر، عراق، یمن، لیبیا، الجزائر، سوڈان، افریقہ اور انگلستان۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت فاضل بریلوی کی شہرت و مقبولیت میں ان کے محیر العقول علم و فضل اور روحانیت کے علاوہ ان کے خلفاء کی مساعی کا بھی پورا پورا دخل ہے۔ ایک بات اور قابل توجہ ہے، اکثر بزرگوں کے خلفاء میں چند ہی چمکتے ہیں، سب کے سب نہیں چمکتے، لیکن فاضل بریلوی کے بیشتر خلفاء علم و عمل کے درخشاں آفتاب نظر آتے ہیں، اس سے خود فاضل بریلوی کی عظیم شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ عظیم انسان ہی عظیم تاثیر رکھتے ہیں۔

(۱)

حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت بڑی متحرک اور فعال (Dynamic) تھی، اس بلا کی حرکت اور جہد و عمل کی قوت معاصرین میں نظر نہیں آتی۔ آپ نے یہی جذبہ عمل اپنے خلفاء میں منتقل کیا، چنانچہ اکثر خلفاء علم و عمل کا روشن مینارہ نظر آتے ہیں۔ انہوں نے پاک و ہند اور بیرونی دنیا کے گوشہ گوشہ میں اسلام کا پیغام پہنچایا اور مسلک اہل سنت و جماعت کی اشاعت کی اور ملت اسلامیہ کو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا سچا فدائی و پرستار بنایا۔ انہوں نے اس مقصد کے لئے تبلیغی دورے کئے۔ تعلیمی اور فلاحی ادارے قائم کیے، اخبارات و رسائل جاری کئے۔ جن خلفاء نے تعلیمی اور فلاحی ادارے قائم کئے ان میں سے چند ایک یہ ہیں:۔

(۱) حضرت مولانا میر مومن علی مومن جنیدی علیہ الرحمہ

آپ نے ناگپور میں علی گڑھ کے توڑ پر "مدرسۃ العلوم مسلمانان" قائم کیا جو غالباً سی۔ پی میں پہلا دینی مدرسہ تھا۔

(۲) **قاضی عبدالوحید عظیم آبادی علیہ الرحمہ (۱۳۳۶ھ/۱۹۰۸ء)**

آپ نے عظیم آباد (بہار) میں ''مدرسہ حنفیہ'' قائم کیا۔ اسی مدرسہ کے پہلے سالانہ اجلاس میں حضرت فاضل بریلوی نے شرکت فرمائی، حضرت مولانا عبدالمقتدر بدایونی علیہ الرحمہ نے اس اجلاس میں حضرت فاضل بریلوی کو ''مجدد مائۃ حاضرہ'' کے لقب سے پہلے پہل یاد کیا جس پر بعد میں علماء حرمین شریفین نے صاد کیا، مثلاً یہ علماء:۔

☆ شیخ موسیٰ علی شامی ☆ شیخ حسن بن عبدالقادر

☆ سید اسماعیل بن خلیل وغیرہ

(۳) **مولانا رحیم بخش آروی علیہ الرحمہ (م۔۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء)**

آپ نے آرہ بہار میں ''مدرسہ فیض الغرباء'' قائم کیا، مشہور و معروف مورخ و ادیب سید سلیمان ندوی آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔

(۴) **مولانا سید دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمہ (م۔۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء)**

آپ نے الور (راجستھان) میں ۱۹۰۷ء میں ''مدرسہ قوت الاسلام'' قائم کیا، پھر ایک عرصہ بعد ۱۹۲۴ء میں لاہور (پنجاب) میں ''دارالعلوم حزب الاحناف'' کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم کیا جس نے پاک وہند میں گراں قدر خدمات انجام دیں اور دے رہا ہے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے پاکستان کے جلیل القدر عالم و مفتی حضرت مولانا سید احمد ابوالبرکات علیہ الرحمہ (جو خود حضرت فاضل بریلوی کے خلیفہ تھے) اس ادارے کے نگراں اور ناظم اعلیٰ رہے، اب ان کے صاحبزادے مولانا مفتی محمود احمد رضوی صاحب اس کام کو بحسن وخوبی انجام دیتے رہے ہیں۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ)

(۵) **مولانا شاہ احمد مختار صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ (م۔۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء)**

آپ نے میرٹھ اور ڈربن میں یتیم خانے قائم کیے اور برما میں ایک اسکول قائم

کیا، اس کے علاوہ مانڈو میں ایک دینی درسگاہ قائم کی۔

(۶) مولانا محمد حبیب الرحمٰن علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء)

آپ نے ۱۹۲۴ء میں پہلی بھیت میں ''آشیانہ شیریہ'' کے نام سے ایک عربی مدرسہ قائم کیا۔

(۷) مولانا شاہ محمد حبیب اللہ میرٹھی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)

آپ نے میرٹھ میں ''مسلم دار الیتامیٰ والمساکین'' قائم کیا۔

(۸) مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)

آپ نے بریلی شریف میں ''مدرسہ منظر اسلام'' کے قیام میں پوری کوشش کی۔ آپ ہی کے صاحبزادے علامہ عبدالمصطفے ازہری (ممبر قومی اسمبلی، پاکستان) نے کراچی میں ''دار العلوم امجدیہ'' کے نام سے ایک عظیم الشان دینی مدرسہ قائم کیا جو نہایت اہتمام سے چل رہا ہے اور ملک کے ممتاز دینی مدرسوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

(۹) مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)

آپ نے ۱۹۲۸ء میں مراد آباد میں مدرسہ انجمن اہل سنت وجماعت کی بنیاد رکھی۔ ۱۳۵۲ھ میں یہ مدرسہ ''جامعہ نعیمیہ'' کے نام سے مشہور ہوا۔ اس ادارے نے قابل ذکر خدمات انجام دیں، اسی ادارے کے تربیت یافتہ پاکستان میں پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ قیامِ پاکستان کے فوراً بعد ۱۹۴۸ء میں آپ نے ''جامعہ نعیمیہ'' کے نام سے لاہور میں ایک دینی مدرسے کی بنیاد رکھی جو آج پاکستان کے معروف دینی اداروں میں شمار کیا جاتا ہے اور بعد اس کے مہتمم ونگران حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی صاحب (ممبر اسلامی نظریاتی کونسل) ہوئے۔[1]

[1] مفتی محمد حسین نعیمی صاحب ۲۰۰۹ء میں وصال فرما گئے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب اس ادارے کے مہتمم ہیں۔

(۱۰) **مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ (م ۔ ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء)**

آپ نے تقسیم ملک کے بعد کراچی میں ایک علمی و تبلیغی ادارہ قائم کیا، آپ کے فرزند ارجمند علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہ نے اس کو فروغ دیا، ''انٹرنیشنل اسلامک مشنریز گلڈ'' اور ''ورلڈ اسلامک مشن'' کی بنیاد رکھی ۔ اول الذکر کا صدر دفتر کراچی میں ہے اور مؤخر الذکر کا بریڈ فورڈ (انگلستان) میں اور شاخیں پاکستان اور دنیا کے دوسرے ممالک میں ہیں۔

حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کے فرزند نسبتی ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری علیہ الرحمہ[1] (م ۔ ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء) نے ''جامعہ علیمیہ'' کے نام سے کراچی میں ایک دینی ادارہ قائم کیا جو اپنی نوعیت کا واحد دینی ادارہ ہے۔ مرحوم نے ایک ادارہ ''ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن'' کے نام سے بھی کراچی میں قائم کیا تھا۔

مفتی اعظم محمد مصطفٰے رضا خاں کے خلیفہ اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی زید مجدہٗ نے ماریشس (افریقہ) کے شہر پورٹ لوئیس میں سنی رضوی سوسائٹی (جس کی شاخیں انگلینڈ، افریقہ اور پاکستان کے مختلف شہروں میں قائم ہیں) اور ''رضا اکیڈمی'' کے نام سے علمی ادارے قائم کئے ہیں۔

الغرض حضرت فاضل بریلوی کے خلفاء اور ان کی اولاد و تلامذہ و خلفاء نے تبلیغ واشاعت دین کے لئے انتھک کوشش و جدوجہد کی۔ اس وقت فاضل بریلوی کے خلفاء تلامذہ اور پھر ان کے خلفاء و تلامذہ پاک و ہند خصوصاً پنجاب و سندھ میں بڑا اہم کام

۱۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے انگریزی میں ایک بے نظیر و بے مثال کتاب لکھی ہے، عنوان یہ ہے:

The Quranic foundation and Structure of Muslim Society, Karachi 1974.

اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی فرماتے ہیں:

One of the finest contribution that had ever made to the understanding of Islam.

اس تبصرے سے اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

انجام دے رہے ہیں۔ مثلاً:

☆ کراچی میں علامہ عبدالمصطفےٰ ازہری (ابن مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ)

☆ کراچی ہی میں علامہ شاہ احمد نورانی (ابن مولانا عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ)

☆ لاہور میں علامہ سید محمود احمد رضوی (ابن علامہ ابوالبرکات سید احمد علیہ الرحمہ) کوٹلی لوہاراں میں مولانا ابوالنور محمد بشیر سیالکوٹی (ابن علامہ محمد شریف کوٹلوی علیہ الرحمہ)

☆ راولپنڈی میں مولانا شاہ محمد عارف اللہ میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (ابن مولانا شاہ محمد حبیب اللہ میرٹھی علیہ الرحمہ) یہ علماء اہل سنت و جماعت، تبلیغ و اشاعت میں ہر سطح پر اہم کردار ادا کرتے رہے۔

(۲)

پاکستان کے بیشتر مدارس عربیہ ایسے ہیں جنہیں حضرت فاضل بریلوی کے فیض یافتہ علماء چلا رہے ہیں۔ بخوف طوالت یہاں صرف چند مدارس کا ذکر کیا جاتا ہے:

صوبہ پنجاب

۱	مدرسہ حزب الاحناف، لاہور	۲	دار العلوم جامعہ نظامیہ، لاہور
۳	دار العلوم جامعہ نعیمیہ، لاہور	۴	دار العلوم رضویہ حنفیہ، عارف والا
۵	دار العلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور	۶	جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد
۷	جامعہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد	۸	جامعہ رضویہ مظہر الاسلام، فیصل آباد
۹	مدرسہ انوار العلوم، ملتان	۱۰	مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد، ملتان
۱۱	مدرسہ مظہر العلوم، ملتان	۱۲	جامعہ محمدیہ محمدی شریف
۱۳	دار العلوم حنفیہ، سیالکوٹ	۱۴	مدرسہ اویسیہ رضویہ، بہاولپور
۱۵	جامعہ رضویہ ضیاء العلوم، راولپنڈی	۱۶	مدرسہ اشرف المدارس، اوکاڑہ
۱۷	مدرسہ مظہریہ امدادیہ، بندیال	۱۸	دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف
۱۹	جامعہ حنفیہ قادریہ، محبوب آباد		

صوبہ سندھ

۲۰	دارالعلوم امجدیہ، کراچی	۲۱	دارالعلوم نعیمیہ، کراچی
۲۲	جامعہ تعلیمات اسلامیہ، کراچی	۲۳	دارالعلوم حامدیہ رضویہ، کراچی
۲۴	جامعہ رضویہ علیمیہ، کراچی	۲۵	جامعہ نوریہ رضویہ، کراچی
۲۶	شمس العلوم جامعہ رضویہ، کراچی	۲۷	جامعہ فریدیہ رضویہ، کراچی
۲۸	دارالعلوم سبحانیہ قادریہ، کراچی	۲۹	جامعہ رضا، کراچی
۳۰	جامعہ مجددیہ نعیمیہ، کراچی	۳۱	رکن الاسلام جامعہ مجددیہ، حیدرآباد
۳۲	دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد	۳۳	جامعہ غوثیہ رضویہ، سکھر
۳۴	جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ		

صوبہ سرحد

۳۵	دارالعلوم قادریہ، مروان	۳۶	جامعہ غوثیہ، پشاور
۳۷	مدرسہ غوثیہ محمودیہ، مدین		

صوبہ بلوچستان

۳۸	مدرسہ غوثیہ رضویہ، کوئٹہ	۳۹	دارالعلوم قادریہ قاسمیہ، خضدار
۴۰	دارالعلوم قاسمیہ، سبی	۴۱	دارالعلوم غوثیہ رضویہ، خضدار

آزادکشمیر

۴۲	مدرسہ جامعہ حنفیہ، بھیرہ	۴۳	سنی حنفی دارالعلوم، عباس پور
۴۴	محمدیہ نظامیہ، میرپور		

یہ تو صرف پاکستان کے معدودے چند مدارس عربیہ کی فہرست ہے۔ اگر اس فہرست میں پاکستان کے تمام سنی دینی مدارس اور ہندوستان ودیگر ممالک کے سنی ادارے شامل کرلئے جائیں تو یہ فہرست ایک قاموس کی شکل اختیار کرجائے گی۔

ضرورت ہے کہ کوئی فاضل اس طرف متوجہ ہوں اور حضرت فاضل بریلوی کے زیر اثر جن مدارس نے تشکیل پائی ہے، ان کی ایک جامع اور مستند تاریخ مرتب کریں۔[1]

(۳)

علمی اور تدریسی میدان کے علاوہ فاضل بریلوی کے خلفاء نے صحافتی میدان میں قابل ذکر خدمات انجام دیں، خود فاضل بریلوی کی ادارت میں ماہنامہ "الرضا" بریلی سے جاری ہوا، جس کے متعلق مولانا محمد شبلی نعمانی (مصنف "سیرت النبی" صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) لکھتے ہیں:۔

> "مولانا صاحب کی زیر سرپرستی ایک ماہوار رسالہ "الرضا" بریلی سے نکلتا ہے جس کی چند قسطیں بطور نمونہ دیکھی ہیں، اس میں بلند پایہ کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔"[2]

خلفاء میں جن حضرات نے میدان صحافت میں قدم رکھا، ان میں سے چند کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) قاضی عبدالوحید عظیم آبادی نے ۱۳۱۵ھ میں "مخزن تحقیق" جاری کیا جو بعد میں "تحفہ حنفیہ" کے نام سے مشہور ہوا۔

(۲) مولانا شاہ احمد مختار میرٹھی نے افریقہ سے ایک گجراتی اخبار "الاسلام" کے نام سے جاری کیا۔

(۳) مولانا احمد حسین امروہی (م۔ ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء) نے ۱۸۹۴ء میں امروہہ میں پہلا پریس قائم کیا اور ایک رسالہ "گلدستہ نسیم چمن" جاری کیا۔

(۴) مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی نے مرادآباد سے "السواد الاعظم" جاری کیا، جس نے ملک کی سیاسی اور دینی فضا پر بہت اچھا اثر مرتب کیا۔ موصوف ہی

۱۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی میں اس موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے والے اسکالر کی ہر طرح سے معاونت کرے گا۔

۲۔ الندوہ، اکتوبر ۱۹۱۲ء ص ۱۷ بحوالہ انوار الصوفیہ (قصور) جنوری و فروری ۱۹۱۵ء، ص ۳۳

کے تلمیذ رشید مفتی محمد حسین نعیمی لاہور سے ماہنامہ ''عرفات'' نکال رہے ہیں اور دوسرے شاگرد رشید علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب بھیرہ سے ماہنامہ ''ضیائے حرم'' نکال رہے ہیں۔ کراچی کا ماہنامہ ''ترجمانِ اہلسنّت'' پہلے پہل غالباً علامہ مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ کی کوشش سے جاری ہوا تھا۔

۵ مولانا محمد شریف کوٹلوی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء) نے امرتسر سے ہفت روزہ ''الفقیہ'' جاری کیا، آپ ہی کے صاحبزادے مولانا ابوالنور محمد بشیر سیالکوٹی نے کوٹلی لوہاراں سے ماہنامہ ''ماہِ طیبہ'' جاری کیا جو غالباً بند ہو گیا ہے۔[1]

۶ علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ نے لاہور سے ماہنامہ ''رضوان'' جاری کیا۔

۷ مولانا عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے علامہ شاہ احمد نورانی نے کراچی سے اخبار ''المدینہ'' جاری کیا، موصوف ایک انگریزی ماہنامہ:

" The Message International"

بھی جاری کیا، اور آپ ہی کی کوشش سے بریڈفورڈ (انگلینڈ) میں ''ورلڈ اسلامک مشن'' کا صدر دفتر قائم ہوا، جہاں سے ''الدعوۃ الاسلامیہ'' نکل رہا ہے۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ کے فرزند نسبتی ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری نے ''جامعہ علیمیہ'' سے ماہنامہ "THE MINART" جاری کیا۔

مندرجہ بالا اخبارات و رسائل کے علاوہ پاکستان کے مختلف شہروں سے بہت سے رسائل نکل رہے ہیں جو فاضل بریلوی کے خلفاء اور تلامذہ کے زیر اثر ہیں، مثلاً:

۱	ماہنامہ الحسن، پشاور	۲	ماہنامہ تاج، کراچی
۳	ماہنامہ نور اسلام، شرقپور	۴	ماہنامہ فیض رضا، فیصل آباد
۵	ماہنامہ سلسبیل، لاہور	۶	ہفت روزہ مبصر، فیصل آباد

[1] اب یہ رسالہ علامہ ضیاء اللہ قادری صاحب کے زیر ادارت شائع ہو رہا ہے۔

۷	ماہنامہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ	۸	پندرہ روزہ السوادالاعظم، لاہور
۹	ماہنامہ انوارالصوفیہ، قصور	۱۰	ہفت روزہ الہام، بہاولپور
۱۱	ماہنامہ مہروماہ، لاہور	۱۲	ماہنامہ نعت، لاہور
۱۳	ماہنامہ سلطان العارفین، گکھڑ (گوجرانوالہ)[1]		

ہندوستان اور انگلستان میں بھی اہلسنّت کے اخبارات ورسائل نکل رہے ہیں، ان میں چند ایک یہ ہیں:

۱	ماہنامہ استقامت، کانپور	۲	ماہنامہ نوری کرن، بریلی
۳	ماہنامہ پاسبان، الہ آباد	۴	ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی
۵	ماہنامہ المیزان[2]، بمبئی	۶	ماہنامہ مولوی، دہلی
۷	ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور اعظم گڑھ	۸	ماہنامہ سلطان الہند، اجمیر شریف
۹	پندرہ روزہ حنفی، سری نگر کشمیر	۱۰	ماہنامہ سنی دنیا، بریلی
۱۱	ماہنامہ حجاز جدید، نئی دہلی	۱۲	ماہنامہ حجاز، لندن
۱۳	ماہنامہ اسلام ٹائمنر، اسٹاک پورٹ	۱۴	ماہنامہ قاری، دہلی
۱۵	ماہنامہ فیض الرسول، براؤں شریف		

مدارس عربیہ کے قیام اور اخبارات ورسائل کے اجراء کے علاوہ فاضل بریلوی کے خلفاء نے تصنیفی میدان میں بھی اہم خدمات انجام دی ہیں۔ "خلفائے اعلیٰ حضرت" (مصنفہ محمد صادق قصوری) میں تقریباً ۱۶۸ تصانیف کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں بیشتر تصانیف وہ ہیں جو انجمن ترقی اردو (کراچی) کی قاموس الکتب میں شامل نہیں، اس لئے یہ تفصیلات قاموس کے لئے ایک اہم ذخیرہ ہیں۔ مزید تلاش وجستجو کی جائے تو یہ

۱۔ ماہنامہ معارف رضا، کراچی جو ۱۹۸۱ء تا ۱۹۹۹ء سالنامہ کے طور پر نکلتا تھا، ۲۰۰۰ء سے "رضویات" کے واحد ترجمان کی حیثیت سے شائع ہو رہا ہے۔

۲۔ مارچ ۱۹۷۶ء میں ماہنامہ "المیزان" کا امام احمد رضا نمبر ۶۳۲ صفحات پر نہایت آب و تاب سے شائع ہوا ہے۔

تعداد ہزار سے بھی متجاوز ہو سکتی ہے۔

(۴)

حضرت فاضل بریلوی کے خلفاء نے تبلیغی، تدریس، صحافتی اور تصنیفی میدانوں کے علاوہ سیاسی میدان میں بھی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ چنانچہ تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک شدھی تحریک پاکستان وغیرہ میں آپ کے صاحبزادگان اور خلفاء نے جو خدمات انجام دی ہیں، ناقابل فراموش ہیں۔ ان حضرات میں یہ قابل ذکر ہیں [1]۔

۱	حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی	۲	حضرت مولانا محمد حامد رضا خاں
۳	حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں	۴	پروفیسر سید سلیمان اشرف
۵	مولانا شاہ احمد مختار صدیقی	۶	مولانا محمد عبد العلیم صدیقی
۷	مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی [2]	۸	مولانا محمد امجد علی اعظمی
۹	مولانا عبد السلام باندوی	۱۰	مفتی غلام جان ہزاروی
۱۱	مولانا ابو البرکات سید احمد قادری	۱۲	سید فتح علی شاہ
۱۳	مفتی محمد برہان الحق جبل پوری	۱۴	مولانا عبد الحامد بدایونی
۱۵	مولانا تقدس علی خاں	۱۶	مولانا عارف اللہ شاہ میرٹھی
۱۷	مولانا عبد الغفور ہزاروی علیہم الرحمہ		

مولانا برہان الحق نے مسلم لیگ اور پاکستان کے لئے جو خدمات انجام دیں۔

۱۔ ان خلفاء میں سے بیشتر حضرات، راقم کے والد ماجد حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی سرہ العزیز سے عقیدت رکھتے تھے اور دہلی تشریف لاتے تھے، راقم نے بھی زیارت کی ہے، بالخصوص حضرت مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی، حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی اور حضرت مولانا ابو البرکات سید احمد علیہم الرحمہ کی زیارت اور صحبت سے مستفیض ہوا ہوں۔ مسعود

۲۔ آپ نے ۱۹۳۰ء میں ہندو مسلم اکثریت کی بنیاد پر ہندوستان کی تقسیم کی تجویز پیش کی (السواد الاعظم، مرادآباد، شمارہ ۵، ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء)

اس کا کچھ اندازہ "مکاتیب بہادر یار جنگ" سے ہوتا ہے۔ نواب بہادر یار جنگ (م۔ ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء) اپنے مکتوب (محررہ ۱۲/مارچ ۱۹۴۳ء) میں مفتی برہان الحق کو لکھتے ہیں:۔

"یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ حضرات نے آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے اجلاس کی ذمہ داری بھی اپنے اوپر لے لی ہے۔ میں اس عنایت کے لئے سب کا ممنون ہوں۔"[1]

فاضل بریلوی کے خلفاء نے تحریک پاکستان میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اس کا آغاز خود فاضل بریلوی نے کیا تھا، چنانچہ ۱۸۹۵ء میں عظیم آباد (پٹنہ) میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی جس میں آپ نے برطانوی اور ہندو سامراج کے خلاف مسلمانوں کو اتحاد اسلامی پر منظم ہونے کی ہدایت فرمائی اور دو قومی نظریہ کی وضاحت کی۔ پھر ۱۹۲۰ء میں ایک محققانہ رسالہ "المحجة الموتمنة" لکھ کر مزید وضاحت کی۔[2]

حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی وفات کے تقریباً پانچ برس بعد ۱۹۲۵ء میں ان کے خلیفہ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کی مساعی سے آل انڈیا سنی کانفرنس کا چار روزہ اجلاس (۲۰۔۱۹۔۱۸۔۱۷/مارچ) مراد آباد (یو۔ پی۔ بھارت) میں منعقد ہوا۔[3] اجلاس کی صدارت حضرت سید شاہ علی حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے

۱۔ مکاتیب بہادر یار جنگ، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء، ص ۵۴۰

۲۔ رئیس احمد جعفری، اوراق گم گشتہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۲۲۷۔۳۰۵

نوٹ:۔ راقم نے اسی رسالے کو سامنے رکھ کر ایک مقالہ "فاضل بریلوی اور ترک موالات" قلمبند کیا تھا جو ۱۹۷۱ء میں لاہور سے مرکزی مجلس رضا نے شائع کیا تھا پھر اس کے تقریباً سات ایڈیشن شائع ہوئے ——— مسعود

۳۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کی تفصیلی رپورٹ ماہنامہ اشرفی (ص ۱۳ تا ۲۱) بابت شوال المکرم ۱۳۴۳ھ بمطابق مئی ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی تھی۔ محترم مولانا محمد جلال الدین قادری زید مجدہٗ کی عنایت سے اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں میسر آگئی ہیں۔ اس کانفرنس میں پاک و ہند کے تقریباً ۳۰۰ علماء شریک ہوئے ——— مسعود

فرمائی[1] کانفرنس کے مستقل صدر کے فرائض حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری علیہ الرحمہ نے انجام دیئے[2]، اور مجلس استقبالیہ کے صدر حضرت فاضل بریلوی کے شہزادے اور خلیفہ حضرت مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ مقرر ہوئے۔ جس سیاسی ومذہبی اور معاشرتی پس منظر میں اور جن مقاصد کے تحت یہ اجلاس منعقد کیا گیا۔ مندرجہ بالا حضرات کے صدارتی خطبوں کے مطالعہ سے ان کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ بالخصوص حضرت مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کا خطبہ نہایت ہی اہم ہے۔[3]

اس کانفرنس کے تاریخی پس منظر اور اس کے مقاصد پر روشنی ڈالنے کے بعد ہم اس خطبے کے مندرجات سے چند نکات اور اقتباسات پیش کرتے ہیں جو آج بھی اتنے ہی اہم ہیں جتنے آج سے اڈ سال پہلے تھے۔

حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے خطبے میں ملت اسلامیہ کے مذہبی، سیاسی، تمدنی اور معاشرتی پہلوؤں پر بصیرت افروز خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ خطبہ اتنا طویل ہے کہ دو نشستوں میں تمام ہوا۔ اس خطبے میں آپ نے مندرجہ ذیل مقاصد کو سامنے رکھا ہے اور پھر ہر مقصد کے تحت اظہار خیال فرمایا:

(۱) تبلیغ (۲) مذہبی تعلیم

(۳) حفظ امن (۴) اصلاح معاشرت

یہ افتتاحیہ تفصیل کا متحمل نہیں، اس لئے ہم مندرجہ بالا مقاصد میں موخر الذکر دو مقاصد کے بارے میں عرض کریں گے، کیونکہ ان کا تعلق ایک عالم دین سے زیادہ ماہر

۱۔ حضرت سید شاہ علی حسین محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ کا خطبہ صدارت "الخطبۃ الاشرفیہ" کے عنوان سے ماہنامہ اشرفی بابت مئی ۱۹۲۵ء میں شائع ہو گیا تھا ــــــ مسعود

۲۔ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمہ کا خطبہ صدارت "ملفوظات امیر ملت" مرتبہ منور حسین، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء (ص ۱۷۱ تا ۲۰۳) میں شائع کر دیا گیا ہے۔

۳۔ یہ خطبہ "خطبہ صدارت جمعیت عالیہ" کے نام سے ۱۹۲۵ء میں بریلی سے شائع ہوا۔ اس کے ایک ناقص الآخر نسخے کی نقل محترم مولانا محمد جلال الدین قادری زید مجدہٗ نے سرائے عالمگیر، گجرات سے ارسال فرمائی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ مسعود

سیاست ومعاشیات سے ہے، شاید ان لوگوں کے لئے یہ اچھنبے کی باعث ہو جو علماء کو کاروبار جہاں کے لائق نہیں سمجھتے ،لیکن ان کونہیں معلوم:

کاروبار جہاں سنورتے ہیں
ہوش جب بے خودی سے ملتا ہے

اول الذکر دومقاصد کے بارے میں مختصراً عرض کر کے پھر آخرالذکر دومقاصد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں:

۱

تبلیغ دین کے سلسلے میں حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے انجمن اہل سنت و جماعت، مرادآباد کی طرف سے "مدرسۃ التبلیغ" کی تجویز پیش کی، اس کے قواعد وضوابط، طریقہ کار پر روشنی ڈالی اور نصاب کے بارے میں اظہار خیال فرمایا ہے۔

۲

مذہبی تعلیم کے لئے انہوں نے بہت سی تجاویز پیش کیں، مثلاً

- قصبات میں محلہ وار مدارس کا قیام،
- انگریزی مدارس کے طلبہ کے لیے مدرسۃ اللیل کا قیام،
- ضلع میں ایک بڑے مدرسے کی تجویز اور
- صوبہ میں ایک مدرسہ عالیہ کا قیام جو چھوٹے مدارس کا نگران ہو اور جملہ مدارس جمعیت عالیہ کے ماتحت ہوں،
- ہر کامل النصاب مدرسے میں دارالافتاء اور محکمہ تصنیف وتالیف کا قیام وغیرہ وغیرہ۔

چونکہ اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے اس لئے حفظ امن کے سلسلے میں انہوں نے مسلمانوں کو یہ ہدایات دیں:

د	جس طرح بھی ہو امن کی زندگی بسر کرنا چاہیے، جھگڑے اور نزاع کا جس راہ میں خطرہ او راندیشہ ہو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔[1]

ب	اس وقت جنگ میں مصروف ہو جانا ہماری قومی اور مذہبی زندگی کے لیے نہایت خطرناک ہے۔[2] مگر یہ صلح جوئی دین ومذہب کی قیمت پر ہرگز نہ تھی، چنانچہ اس صلح کوشی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ یہ ہدایت بھی فرماتے ہیں:

"تم ہرگز کبھی ایسی جماعت پر اعتبار واعتماد نہ کرو جو تم کو اسلام کی کوئی خصوصیت کوئی امتیاز، کوئی ادنی رسم یا تمہارا کوئی جائز شرعی، عرفی، قانونی حق چھوڑنے کے لئے اشارہ بھی کرے کہ الحذر! الحذر"[3]

ج	ہم سوراج کو مسلمانوں کے حق میں ایک تباہ کن مصیبت سمجھتے ہیں۔[4]

اقتصادی اور معاشی لحاظ سے ہندوستان کے مسلمان بہت کمزور تھے اور یہ بات عام مسلمان سیاستدانوں نے کم محسوس کی کہ سیاسی استحکام کے لیے، معاشی استحکام نہایت ضروری ہے بلکہ دور جدید میں معاشی استحکام کے بغیر سیاسی استحکام ناممکن نظر آتا ہے۔ حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے اس حقیقت کو شدت سے محسوس کیا اور اس سلسلے میں بہت سی تجاویز اور تدابیر پیش کیں۔ حتیٰ کہ طالب علموں کے لیے یہ ضروری قرار دیا کہ زمانہ طالب علمی میں والدین پر بوجھ نہ بنیں بلکہ سوسائٹی کا ایک مفید فرد بنیں، ان کے ارشادات ملاحظہ ہوں:

(۱)	دستکاری اور پیشہ ورہنر سے تعلق پیدا کرنا چاہیے، یہ دولت وہ ہے جو نہ دشمن چھین سکتا ہے نہ کہیں رہین ومکفول ہو سکتی ہے، بے منت روزی کا ذریعہ ہے۔[5]

۱۔ حامد رضا خاں، خطبہ صدارت، مطبوعہ بریلی، ۱۹۲۵ء، ص ۲۹

۲۔ ایضاً، ص ۳۱	۳۔ ایضاً، ص ۳۳

۴۔ ایضاً، ص ۳۲	۵۔ ایضاً، ص ۳۶

(۲) برادرانِ اسلام! تمہارے بزرگ تجارت کرتے تھے، تجارت عیب نہ سمجھی جاتی تھی، تم تجارت کرو۔ ۱؎

(۳) برادرانِ ملت! نوکری اور ملازمت کا خیال چھوڑ کر تجارت پر ٹوٹ پڑو تو دیکھو تھوڑے عرصے میں تم کیا ہو جاتے ہو۔ ۲؎

(۴) نکمے اور بیکار لوگوں کے لئے بھی مشغلے سوچے جائیں۔ ۳؎

(۵) اگر وہ تعلیم پاتا ہے، تب بھی اس کے لئے ایسا ٹھیکہ یا تجارت تجویز کریں جس میں وقت کم صرف ہو مگر آمدنی پیدا ہو سکے، تاکہ بچے اس عمر سے تجارت یا حرفت اور کسب مال کے خوگر و عادی ہو جائیں۔ ۴؎

ہمارے اکثر طلباء بھی بیکار رہتے ہیں۔ مفت خوری کی عادت، بہت سے مسائل پیدا کر دیتی ہے، اس لئے طلب علم کے دوران ہی کسب معاش کی فکر لازم ہے، جو قومیں بیدار ہیں ان کے طلبہ بھی بیکار نہیں رہتے۔ کچھ نہ کچھ کما ہی لیتے ہیں۔ کفایت شعاری، سودی قرضوں سے نجات اور بیت المال کے قیام کے لیے یہ ہدایات فرماتے ہیں:

(۶) ہمیں اپنے مصارف شب و روز کم کرنے کی فکر کرنا چاہیے۔ ۵؎

(۷) سود لینے اور سودی قرض لینے سے بچیں اور سچی توبہ کریں کہ آئندہ خواہ کچھ ہی ہو حال ہو مگر سودی قرض نہیں لیں گے۔ ۶؎

(۸) اللہ تعالیٰ میسر کرے اور ایک ایسا بیت المال بن جائے تو اس سے مقروض مسلمانوں کے قرض ادا کرنے کے علاوہ نادار غریب مسلمانوں کو زراعت یا تجارتی ضرورت کے لئے روپیہ قرض بھی دیا جا سکتا ہے تاکہ وہ ساہوکاروں کے دام حرص سے محفوظ رہیں۔ ۷؎

۱۔ حامد رضا خاں، خطبہ صدارت، ص ۳۱

۲۔ ایضاً، ص ۳۹ — ۳۔ ایضاً، ص ۳۸

۴۔ ایضاً، ص ۳۹ — ۵۔ ایضاً، ص ۴۰

۶۔ ایضاً، ص ۴۳ — ۷۔ ایضاً، ص ۴۹

حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے اس سلسلے میں ''ذخیرۂ قرض حسن'' کے نام سے چھوٹے بیت المال کے قیام پھر ہر گاؤں میں ''انجمن قرض حسن'' کی تشکیل کا بھی ذکر کیا ہے اور اس مسئلے پر ایک ماہر معاشیات کی طرح اظہار خیال فرمایا ہے۔

جس زمانے میں یہ کانفرنس منعقد ہوئی وہ داخلی اور خارجی طور پر بڑے انتشار و اختلال کا زمانہ تھا۔ خارجہ طور پر حالات یہ تھے کہ ترکوں کو شکست ہوئی۔ خلیفہ اسلام ممالک مغربیہ کے تحت بے اثر ہو کر رہ گیا۔ مصطفےٰ کمال نے اناطولیہ میں ایک خود مختار ترکی حکومت قائم کی اور دوسرا خلیفہ منتخب کیا، مگر ۱۹۲۴ء میں اس کو معزول کر کے ملک بدر کر دیا اور اس طرح خلافت اسلامیہ کا خاتمہ ہو گیا جس نے ساری دنیا کے مسلمانوں خصوصاً پاک و ہند کے مسلمانوں کو نفسیاتی طور پر بے حد متاثر کیا۔

حرمین شریفین میں ابن سعود کے گستاخانہ عمل اور مقامات مقدسہ کے انہدام کی کارروائی سے مسلمانانِ پاک و ہند کے جذبات مشتعل تھے، لیکن اس زمانے میں بعض ایسے بھی مسلمان تھے جنہوں نے بے حرمتی کی، اس کارروائی پر ابن سعود کو مبارک باد کے تار بھی بھیجے اور فدائی مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی کی۔

داخلی طور پر حالات یہ تھے کہ لالہ منشی رام متعصب آریہ سماجی نے آگرے میں ایک مرکز قائم کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو مذہب اسلام سے برگشتہ کیا جائے، پھر فروری ۱۹۲۵ء میں آریہ مت کے بانی سوامی دیانند کی سو سالہ تقریب کے موقع پر مسلمانوں کو دین اسلام سے منحرف کرنے کے لیے مختلف کمیٹیاں بنائی گئیں۔ اس زمانے میں اخبار ''تنظیم'' امرتسر، ''زمیندار'' لاہور اور ''ملاپ'' لاہور وغیرہ میں لالہ ہردیال ایم اے کا مضمون شائع ہوا جس سے ہندو ذہنیت کھل کر سامنے آگئی۔ اس مضمون کا یہ اقتباس قابل توجہ ہے:

''اہل ہنود کا اسلام سے ہرگز اتفاق نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تمام مسلمانوں

کو ہر جائز و ناجائز کوشش سے ہندو بنا کر اہل ہنود کے کسی نہ کسی فرقے میں داخل کرلو اور اس طرح سوراجیہ حاصل کرلو اور بھارت ورش کو تمام غیر ہندوؤں سے پاک اور شدھ کرلو، اور ہندو ریاست قائم کر کے رعب، جاہ و حشم کی تخفیف اور زر کی لالچ سے تمام مسلمانوں کو گمراہ کر کے ہندو بنالو۔"[1]

خود مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ ان میں بہت سے باطل فرقے پیدا ہو گئے تھے اور ملت اسلامیہ ایک عجیب سیاسی اور فکری انتشار کا شکار ہو گئی تھی۔ اس زمانے میں مسلمانوں کے ایک طبقے نے ہندوؤں اور ہندو لیڈروں کو بادشاہی مسجد کے منبر پر بٹھایا، ہندوؤں کی ارتھیوں کو کندھا دیا، اور ان کی رضا جوئی کی خاطر گائے کے ذبیحہ پر پابندی لگوائی اور اس طرح خود شعائر اسلام کو مٹایا۔ الغرض وہ کچھ کیا جو ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا اور اخلاقی حالت اس سے بدتر تھی، گویا ترقی کا کوئی امکان نہ تھا۔

اس داخلی اور خارجی انتشار کی حالت میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد کی گئی، جس کے اعظم مقاصد یہ تھے:

(۱) جو عادات و رسوم اسلام کے منافی ہیں ان کو ختم کرنا۔
(۲) مروجہ علوم کی تعلیم اور سرکاری ملازمتوں کے حصول کے لئے مسلمانوں کی ہمت افزائی کرنا۔

۱۔ سید منور حسین: ملفوظات امیر ملت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۱۸۴

نوٹ:۔ فتنہ ارتداد کے اس طوفان کا مقابلہ کرنے کے لئے جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی شریف اور انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیداں، سیالکوٹ نے جو خدمات انجام دیں، وہ خطبہ صدارت کے مندرجات سے بخوبی واقف ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب مذکور ص ۱۸۳۔۱۸۴) اس فتنہ سے تقریباً دو سال قبل ہندوؤں کو بالجبر مسلمان کیا ہے تو نومبر ۱۹۲۳ء میں جمعیۃ العلماء کا ایک اجلاس ہوا۔ جس میں مولیوں سے مسلمانان ہند کی بے تعلقی کا ریزولیشن پاس کیا گیا، لیکن بقول پیر سید جماعت علی شاہ صاحب "اس فتنہ ارتداد کے وقت یہ لوگ خاموش رہے اور کوئی ریزولیشن ہندوؤں کے خلاف پاس نہیں کیا۔" حضرت پیر صاحب نے جب حکیم اجمل خاں سے اس کی شکایت کی تو وہ لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے۔ (ملاحظہ ہو کتاب مذکور ص ۱۸۵)

(۳) مسلمانوں کے دلوں میں صحیح اسلامی تصورات قائم کرنا اور حضور اکرم ﷺ کا سچا غلام بنانا۔

(۴) قرآن پاک کی مقدس تعلیم عام کر کے سلف صالحین کا پیرو بنانا۔

(۵) باطل فرقے جو اہل سنت و جماعت سے علیحدہ ہو کر ٹکڑوں میں بٹ گئے ہیں، تعلیم و تفہیم کے ذریعہ ان کو عقائد باطلہ سے الگ کر کے اپنا بنانا اور مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت پیدا کرنا۔

(۶) سیاسی اور مذہبی حیثیت سے مسلمانوں کی انفرادیت اور عظمت کو قائم کرنا اور ان کو ہندوؤں کی غلامی سے نجات دلا کر باوقار بنانا۔ نیز ہندوؤں کے اوچھے ارادوں سے باخبر کرنا۔

ان اغراض و مقاصد کو سامنے رکھ کر یہ بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اہل سنت و جماعت اور فاضل بریلوی کے خلفاء و معتقدین نے ۱۹۲۵ء ہی سے اپنی کوششیں تیز کر دی تھیں، اور وہ پاکستان کے لئے راہ ہموار کر رہے تھے، اس سے قبل فاضل بریلوی سے جو کچھ ہو سکا انہوں نے کیا، خصوصاً دو قومی نظریہ کی طرف توجہ دلا کر ایک نیا جوش و ولولہ پیدا کیا۔

پھر جب ۱۹۴۰ء میں اقبال پارک، لاہور میں "قرارداد پاکستان" پیش کی گئی تو علمائے اہل سنت و جماعت کے قائد مولانا محمد عبد الحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء) نے اس کی پرزور تائید کرتے ہوئے بڑی موثر تقریر فرمائی۔ تحریک پاکستان کے سلسلے میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس میں سہ روزہ آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس میں پانچ ہزار سے زیادہ علماء و مشائخ اہل سنت و جماعت نے شرکت کی اور حاضرین کی تعداد تو لاکھوں سے متجاوز تھی۔ اس عظیم اور بے مثال کانفرنس کے بانی اور معاونین حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی محمد مصطفٰے رضا خاں علیہ الرحمہ اور دوسرے بہت سے خلفاء جن کا ذکر پیچھے کر دیا گیا ہے اور ان کے علاوہ مندرجہ ذیل علماء اہل سنت قابل ذکر ہیں:۔

۱ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ[1] (م۔۱۹۵۱ء)

۲ حضرت عبدالرحمٰن بھرچونڈی شریف رحمۃ اللہ علیہ[2] (م۔۱۹۶۰ء)

۳ امین الحسنات حضرت پیر مانکی شریف رحمۃ اللہ علیہ[3] (م۔۱۹۶۰ء)

۴ حضرت مولانا محمد ابراہیم علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ[4] (م۔۱۹۶۸ء)

۵ حضرت مولانا محمد عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ[5] (م۔۱۹۷۰ء)

۶ حضرت مولانا خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ[6]

۷ حضرت مولانا مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ[7] (م۔۱۹۶۶ء)

۸ حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ[8] (م۔۱۹۷۰ء)

۹ ابوالحسنات حضرت مولانا محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ[9] (م۔۱۹۶۱ء)

۱۰ حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ[10]

۱۱ حضرت مولانا قاری محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ نائب امام مسجد جامع فتح پور، دہلی[11] (م۔۱۹۷۱ء)

الغرض آل انڈیا سنی کانفرنس نے ۱۹۲۵ء میں جس شاندار طریقے سے اپنی کوشش کا آغاز کیا۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا اجلاس بنارس اس کا نقطۂ عروج ثابت ہوا۔

۱۔ محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص: ۶۰ نیز ملاحظہ فرمائیں "سیرت امیر ملت"

۲۔ ایضاً، ص ۱۱۵ (نیز ملاحظہ فرمائیں تذکرہ اکابر اہل سنت مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۲۱۸

۳۔ ایضاً، ص ۵۳ ۴۔ ایضاً، ص ۳۸

۵۔ ایضاً، ص ۱۰۵ (حضرت مولانا محمد عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمہ پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ مسعود)

۶۔ ایضاً، ص ۲۰۰ (حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی مدظلہ العالی پر بھی مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ مسعود)

۷۔ عبدالحکیم شرف قادری، علامہ: تذکرہ اکابر اہل سنت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۹۳۔۳۹۵ (نیز ملاحظہ فرمائیں، "تحریک آزادی ہند اور ماہنامہ السواد الاعظم" مؤلفہ محمد مسعود احمد، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء)

۸۔ محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان، ص ۱۳۶

۹۔ ایضاً، ص ۳۶ ۱۰۔ ایضاً، ص ۱۰۲

۱۱۔ محمد مسعود احمد، تذکرہ مظہر مسعود، کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۳۷۶۔۳۹۰

افسوس اس کانفرنس کی کارکردگی کی تفصیلی رپورٹ مرتب نہیں کی گئی ہے[1] ورنہ عالمی مورخوں کے سامنے پاکستان کا حقیقی پس منظر آتا۔ بات اتنی پرانی ہوگئی کہ اب جو حقائق وانکشاف کئے جاتے ہیں تو بعض حلقے اس عمل کو تاریخ گھڑنے سے تعبیر کرتے ہیں۔ بیشک لاعلمی کی بنا پر کہتے ہیں، اگر ان کو پوری طرح حقائق کا علم ہو جائے تو ہرگز ایسی باتیں نہ کہیں۔

مرکزی مجلس رضا، لاہور کے صدر جناب حکیم موسیٰ امرتسری[2] کے ایماء پر مولانا جلال الدین قادری زید مجدہ آل انڈیا سنی کانفرنس پر ایک تحقیقی مقالہ قلمبند فرما رہے ہیں، مولیٰ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے۔ بلاشبہ وہ لائق صد تحسین ہیں کہ وہ کام کر رہے ہیں کہ جو ہمارے مورخوں کو کرنا تھا، ان کا بار گناہ ہلکا کر رہے ہیں۔

ع کرم کردی الٰہی زندہ باشی!

حضرت فاضل بریلوی کے خلفاء میں بعض تو ایسے بھاری بھرکم ہیں کہ ان کے

۱۔ حضرت فاضل بریلوی اور آپ کے خلفاء کی سیاسی خدمات کی تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل ماخذ سے رجوع کریں:

(الف) احمد رضا خاں: المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) مطبوعہ دہلی

(ب) رئیس احمد جعفری: اوراق گم گشتہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء

(ج) محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی اور ترک موالات، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء

(د) Muhammad Masood Ahmed: Neglected Genius of the East 1976.

(و) S.Anwar Ali: Quaid-e-Azam and Islam Karachi, 1976.

(ن) محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

(م) محمد مرید احمد چشتی، مولانا: فاضل بریلوی دانشوروں کی نظر میں، قلمی (جہلم)

(ط) محمد منور حسین، سید: ملفوظات امیر ملت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

(ی) غلام معین الدین، مولانا: حیات صدر الافاضل، مطبوعہ لاہور

(ک) محمد جلال الدین قادری، مولانا: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مطبوعہ لاہور

۲۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری ۷ ارنومبر ۱۹۹۹ء میں وصال فرماگئے۔

حالات اور خدمات کا جائزہ لیا جائے تو ضخیم کتابیں تیار ہو جائیں۔ افسوس ابھی کم حقہ کام نہیں کیا گیا ورنہ دنیا دیکھتی کہ ہندوستان کے آسمان علم و دانش سے طلوع ہونے والا آفتاب اپنے دامن میں کتنے چاند سمیٹے ہوئے تھا۔ ان خلفاء پر سیر حاصل لکھنے کی ضرورت ہے لیکن راہ میں بہت سے کٹھن مرحلے ہیں، ان کو طے کرنا آسان نہیں، جناب محمد صادق قصوری نقشبندی مجددی جماعتی مجدہم نے نامعلوم کتنی کوشش و جانفشانی کے بعد اتنا کچھ جمع کیا ہے۔ اصل میں کام سلسلہ عالیہ رضویہ کا کوئی عالم کرتا تو زیادہ مناسب تھا، مگر مولیٰ تعالیٰ نے یہ سعادت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقدر میں لکھ دی تھی۔

جناب محمد صادق قصوری صاحب اس سے قبل ''اکابر تحریک پاکستان'' پیش کر چکے ہیں، جو ۱۹۷۶ء میں نہایت آب و تاب سے گجرات، پاکستان سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں بھی بعض اہم خلفاء کے حالات آ گئے ہیں۔

پیش نظر کتاب میں حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے تقریباً ۸۳ خلفاء کا ذکر کیا گیا ہے جو پاک و ہند اور ممالک اسلامیہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ بعض کے حالات مفصل ہیں، بعض کے مجمل اور بعض کے بہت ہی مجمل، لیکن اگر تلاش و جستجو جاری رہی تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ایڈیشن میں بہت سے اضافے متوقع ہیں۔ پیش نظر کتاب میں ابتداء میں صرف ۵۳ خلفاء کے حالات شامل تھے، اور بعد میں مولانا جلال الدین قادری زید مجدہٗ نے ۳۰ خلفاء کے حالات کا اضافہ کیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

پیش نظر کتاب ''خلفائے اعلیٰ حضرت'' میں تقریباً ۸۳ خلفاء کا ذکر کیا گیا ہے، بعض کے حالات مفصل اور بعض کے بہت مجمل۔ ماسوائے چند ایک کے تمام خلفاء کا تعلق پاک و ہند سے ہے۔ اگر تمام خلفاء عرب کو بھی شامل کر لیا جاتا تو یہ کتاب ضخامت کے لحاظ سے دوگنی ہو جاتی کیوں کہ ان خلفاء کی تعداد بھی کچھ کم نہیں، البتہ ان کے حالات کا پاکستان میں دستیاب ہونا ذرا مشکل ہے، اس کے لئے تلاش و جستجو اور محنت کی ضرورت ہے، اگر حرمین شریفین کے کوئی فاضل اس طرف متوجہ ہوں تو یہ کام قدرے

آسانی سے ہوسکتا ہے۔[1]

اس کتاب میں خلفائے عرب کے علاوہ پاک و ہند کے بعض خلفاء بھی رہ گئے ہیں۔ مثلاً:

۱ مولانا میر مومن علی مومن جنیدی علیہ الرحمہ[2]

۲ مولانا عبدالسلام باندوی علیہ الرحمہ[3]

۳ مولانا سید نورالحسن نگینوی علیہ الرحمہ (م۔۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء)

اگر فاضل مصنف مزید تلاش و جستجو کریں تو ان حضرات کے حالات مل سکتے ہیں[4] لیکن انہوں نے جو کچھ جمع کیا ہے وہ بھی کچھ کم نہیں۔ اس جوان صالح کی ہمت کو آفرین ہے کہ نامساعد حالات میں بھی اپنی قوت کو مادی منافع کے حصول کے بجائے رضائے الٰہی اور دین کی خدمت کے لئے وقف کردیا ہے، فجزاللہ احسن الجزاء۔

۱۔ اس موضوع پر بہاالدین شاہ اور عبدالحق انصاری صاحب نے تحقیقی کام مکمل کرلیا ہے، ان شاءاللہ اس موضوع پر بہاءالدین شاہ صاحب کی کتاب ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا جلد شائع کر رہا ہے۔ (ادارہ)

۲۔ سعید احمد انصاری، موج صبا، مطبوعہ لاہور، ص ۵۔۳۔۲

۳۔ مولانا عبدالسلام باندوی علیہ الرحمہ کے راقم کے والد ماجد مفتی اعظم ہند حضرت شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہٗ العزیز سے تعلقات تھے۔ مسعود

۴۔ مذکرہ بالا حضرات کے حالات شامل کردیئے گئے ہیں۔ (قصوری)

ان خلفاء میں سے بیشتر حضرات راقم کے والد ماجد حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی قدس سرہٗ العزیز سے عقیدت و محبت رکھتے تھے اور دہلی تشریف لاتے تھے۔ راقم نے بھی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے۔ بالخصوص: حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی، حضرت محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی اور حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی زیارت اور صحبت سے مستفیض ہوا ہوں۔ مسعود

مولانا عبدالسلام باندوی علیہ الرحمہ بھی بڑی عقیدت رکھتے تھے، چنانچہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی پاکستان میں آمد پر ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۱ء کو کراچی میں مولانا محمد عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمہ نے جو شاندار ظہرانہ دیا تھا۔ آپ نے اس میں ایک منقبت پیش کی تھی، جس کا یہ مقطع کمال عقیدت کا مظہر ہے:

سلام قادری تنہا نہیں مداح خواں ان کا
ہے قائل ساری دنیا، اس کی عظمت کی

مسعود

یہ کوئی معمولی بات نہیں، عوام تو عوام خواص میں بھی یہ بے نفسی اور ــــــ شاذ و نادر ہی ملے گی۔ اس زمانے میں جب کہ بوڑھے اور جوان کھانے کمانے میں لگے ہوئے ہیں، کسی جوان کا اسلاف کرام کے اثاثے کو سنبھالنا اور ان کے کارناموں کو بیان کر کے ان کو زندہ رکھنا یقیناً بڑی بلند ہمتی کا کام ہے۔

فاضل مولف نہ کسی علمی ادارے کے اسکالر ہیں، نہ کسی یونیورسٹی کے پروفیسر اور نہ کسی کالج کے لیکچرار، مگر کام وہ کر رہے ہیں جو ہمارے دانشوروں کو کرنا چاہیے، اس لحاظ سے یہ کتاب پڑھے لکھے نوجوانوں اور بزرگوں کے لئے محرک ثابت ہوگی۔ فاضل مولف کے مقالات پاکستان کے مختلف رسائل میں شائع ہو رہے ہیں۔ مثلاً:

☆ ضیائے حرم، لاہور ☆ ترجمان اہلسنت، کراچی

☆ الہام، بہاولپور ☆ انوار الصوفیہ، قصور وغیرہ

چند سال ہوئے کہ انہوں نے میدان تحقیق و تحریر میں قدم رکھا ہے۔ بعض مقالات بڑے وقیع لکھے ہیں۔ مثلاً:

☆ حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی (شاہی امام مسجد فتح پوری) قدس سرہٗ العزیز کے حالات اور ملی خدمات پر ان کا مقالہ جس کا خلاصہ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور شمارہ اگست ۱۹۷۵ء اور ماہنامہ ترجمان اہلسنت، کراچی شمارہ نومبر ۱۹۷۴ء میں شائع ہو چکا ہے۔

علمی اور تحقیقی میدان میں اگر فاضل مولف کو صحیح رہنما مل گیا تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ کوئی اہم کام کر گزریں گے۔ کیونکہ تحقیق میں اصل چیز لگن ہے جو ان میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دارین کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے اور اس مخلصانہ پیشکش کو شرف قبولیت بخشے آمین اللّٰھم آمین [1]

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم خلفائے اعلیٰ حضرت، مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی ۱۹۹۳ء

حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں بریلوی

حجۃ الاسلام محمد حامد رضا خاں امام احمد رضا محدث بریلوی کے بڑے صاحبزادے تھے۔[۱] آپ ماہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ محمد نام اور عرف حامد رضا، تجویز کیا گیا۔ کتب معقول ومنقول والد ماجد سے پڑھیں۔ ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ء میں انیس سال کی عمر میں درس نظامی سے فارغ التحصیل ہوئے۔[۲] عربی زبان وادب پر بڑا عبور حاصل تھا۔ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں دار العلوم منظر اسلام کے مہتمم ہوئے اور ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۶ء میں اسی دار العلوم کے شیخ الحدیث اور صدر المدرس ہوئے۔ برسہا برس درس حدیث دیا۔ وہ متبحر عالم تھے، بہترین معلم، طلباء پر نہایت ہی شفیق ومہربان۔ حجۃ الاسلام مہتمم بھی تھے اور شیخ الحدیث بھی —— منقولات اور معقولات کی اعلیٰ درجے کی کتابیں پڑھاتے تھے۔ اس کا اندازہ ''الدولۃ المکیۃ'' ۱۹۰۵ء اور ''الاجازۃ المتینہ'' ۱۹۰۶ء کے اردو ترجمے اور دوسری عربی اور اردو تحریروں سے ہوتا ہے —— حجۃ الاسلام نے دار العلوم منظر اسلام کو خوب ترقی دی، چنانچہ جب مولانا سلامت اللہ نقشبندی مجددی (م۔ ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء) نے دار العلوم منظر اسلام کا معائنہ فرمایا تو اپنی رپورٹ میں لکھا:

''جس کی نظیر اقلیم ہند میں نہیں۔''[۳]

وہ مایہ ناز خطیب بھی تھے، انہوں نے ملک گیر دورے کئے —— وہ شاعر تھے اور تاریخ گوئی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اردو، فارسی، عربی پر یکساں عبور حاصل تھا۔

علامہ محمد حامد رضا خاں نے مختلف مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے طوفانوں کا مقابلہ

۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور، ص ۸۷

۲۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: محدث بریلوی مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی ۱۹۹۳ء

۳۔ امام احمد رضا اور دار العلوم منظر اسلام، ص ۱۱، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء بحوالہ ''تذکرۂ جمیل'' ص ۱۷۹، مرتبہ علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی، مطبوعہ دہلی

فرمایا۔ مثلاً:

- ——— قادیانی تحریک، تحریک خلافت،
- ——— تحریک ترک موالات، تحریک شدھی سنگھٹن،
- ——— تحریک ہجرت، تحریک مسجد شہید گنج وغیرہ۔

۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں انہوں نے الجمیعۃ العالیہ المرکزیہ، مرادآباد، بھارت کے اجلاس میں جو فاضلانہ خطبہ دیا، اس سے ان کے بے مثال فکروتدبر کا اندازہ ہوتا ہے۔[1]

علم وفضل میں اپنے والد ماجد کا آئینہ تھے۔ فاضل بریلوی آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے، چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

حامد منی و انا من حامد[2]

شاہ ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ سے شرف بیعت واجازت حاصل کیا۔ والد ماجد سے ۱۳ سلاسل میں اجازت وخلافت حاصل تھی۔ ۲۲ سال والد ماجد کے جانشین رہے۔ ۷۰ برس کی طویل عمر پائی، اور ۱۷ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء کو عین حالت نماز میں وصال فرمایا۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون!

آپ کے بکثرت خلفاء ومریدین پاک وہند اور بیرونی ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔[3]

مولانا حامد رضا خاں صاحب تصنیف بزرگ تھے:

☆ الصارم الربانی ☆ حاشیہ ملا جلال (قلمی)
☆ سد الفرار ☆ اردو ترجمہ الدولۃ المکیہ

۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: محدث بریلوی، ص ۳۳، ۳۴ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء
۲۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور، ص ۸۷
۳۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: محدث بریلوی، ص ۳۴ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء

☆ نعتیہ دیوان ☆ اور "مجموعہ فتاویٰ"۔ آپ سے یادگار رہے۔[۱،۲]

علامہ محمد حامد رضا خاں کے ہاں نرینہ اولاد میں علامہ محمد ابراہیم رضا خاں اور علامہ حماد رضا خاں جیلانی میاں ہوئے۔ چھوٹے صاحبزادے مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں کے ہاں نرینہ اولاد نہیں ہوئی، مگر محدث بریلوی نے اپنے سلسلہ نسب و نسل کے قیام و دوام میں دونوں کو اس طرح شریک کیا کہ علامہ محمد حامد رضا خاں کے صاحبزادے علامہ محمد ابراہیم رضا خاں کی شادی مفتی اعظم کی صاحبزادی سے کردی تاکہ کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ مفتی اعظم کی نسل منقطع ہوگئی —— محدث بریلوی کی نسل کے قیام میں دونوں صاحبزادگان شریک ہیں۔

علامہ محمد حامد رضا خاں کے وصال کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے علامہ محمد ابراہیم رضا خاں علیہ الرحمہ سجادہ نشین ہوئے —— آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے علامہ محمد ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ سجادہ نشین ہوئے —— اور ان کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے مولانا سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ العالی زیب سجادہ ہیں۔[۳]

آپ کے صاحبزادے مولانا محمد ابراہیم رضا خاں (م۔ ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء) کے صاحبزادگان:

☆ مولانا اختر رضا خاں (فاضل جامعہ ازہر)

☆ اور مولانا محمد منان رضا خاں

۱۔ ظفر الدین بہاری: حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، مطبوعہ کراچی ۱۷، ۱۸

۲۔ تفصیلی حالات کے لئے مندرجہ ذیل ماخذ سے رجوع کریں:

☆ ظفر الدین بہاری، علامہ: حیات اعلیٰ حضرت

☆ محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علمائے اہل سنت، مطبوعہ کانپور، ۱۹۷۱ء ص ۸۰/۸۲

☆ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء ص ۸۷

☆ محمد صادق قصوری، میاں: خلفائے اعلیٰ حضرت، جلد اول و دوم، مطبوعہ کراچی

۳۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: محدث بریلوی ص ۳۴/ ۳۶ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء

نے بریلی میں ''ادارہ اشاعت تصنیفات رضا'' قائم کیا اور مفید رسائل شائع کیے ہیں۔[1]
مولانا اختر رضا خاں دار العلوم منظر اسلام، بریلی کے شیخ الجامعہ بھی ہیں۔[2]

۱۔ ۱۹۸۹ء میں مولانا محمد منان رضا خاں راقم کے غریب خانے پر تشریف لائے، اور شرف ملاقات بخشا۔ جناب ریاست علی قادری کی عنایت سے مندرجہ ذیل رسائل بھی ملے جو ادارہ اشاعت تصنیفات رضا، کراچی نے شائع کئے ہیں:

☆ احمد رضا خاں: اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء، مطبوعہ بریلی ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۸ء

☆ احمد رضا خاں: تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء مطبوعہ بریلی

۲۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ ۱۹۸۱ء سیالکوٹ، ص ۲۱۲

نوٹ:۔ آج کل دار العلوم الدراسات الاسلامیہ کے مہتمم اور مرکزی دار الافتاء بریلی شریف کے سربراہ ہیں۔

حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خاں بریلوی

حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جد اعلیٰ افغانستان سے آئے اور ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے زمانے میں اعلیٰ مناصب پر فائز ہوئے —— آپ کے پردادا مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ عالم معارف تھے، انقلاب ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف عملاً جہاد کیا۔ یو۔ پی گزیٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریز جنرل ہڈسن نے آپ کا سر لانے کے لئے انعام مقرر کیا۔ مگر وہ سر کس کو ملے جو در حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھک چکا ہو۔

آستاں پہ تیرے سر ہو، اجل آئی ہو
پھر اے جانِ جہاں تو بھی تماشائی ہو

حجۃ الاسلام کے بدن میں عظیم مجاہدوں کا خون دوڑ رہا تھا، اسی لئے انہوں نے گھڑ سواری میں کمال پیدا کیا، سرکش سے سرکش گھوڑے کو وہ رام کر لیا کرتے تھے ——

حجۃ الاسلام نے معقولات و منقولات کی تمام درسی کتابیں اپنے والد ماجد احمد رضا علیہ الرحمہ سے پڑھیں اور اس شان سے پڑھیں کہ ان کے درسی سوالات کو امام احمد رضا نے یہ وقار بخشا کہ جب فرزند دل بند کا حوالہ دیتے ہیں تو فرماتے ہیں "قال الولد الاعز" —— ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں جب وہ حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کے لئے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو وہاں علماء کے درس میں شریک ہوئے اور سندیں حاصل کیں —— حجۃ الاسلام ۱۹ سال کی عمر میں ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء میں فارغ التحصیل ہوئے —— یہ سعادت بہت کم طلباء کو حاصل ہوتی ہے کہ اتنی چھوٹی عمر میں معقولات و منقولات سے فارغ ہو جائیں —— فقیر کے برادر بزرگ مولانا محمد منظور

احمد علیہ الرحمہ (ابن مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی دہلوی) بھی ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۷ء میں مدرسہ عالیہ فتح پوری، دہلی سے ۱۹ سال کی عمر میں فارغ ہوئے اور پورے مدرسے میں اول رہے، ان کے اساتذہ کا کہنا تھا کہ مرحوم کی حیات وفا کرتی تو اپنے دور کے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ہوتے، مگر ان کی عمر نے وفا نہ کی اور ۱۳۶۹ھ/ ۱۹۴۷ء میں حیدرآباد، سندھ میں انتقال کر گئے ——— تو عرض یہ کر رہا تھا کہ ۱۹ سال کی عمر میں شاذ و نادر ہی طلباء فارغ التحصیل ہوتے ہیں اور امام احمد رضا کی کیا بات کی جائے، انہوں نے تو تیرہ سال دس ماہ پانچ دن میں فارغ ہو کر دنیا کو حیران کر دیا ——— حجۃ الاسلام، اسی جلیل القدر استاد کے بیٹے اور شاگرد تھے ———

۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء۔۔۔۔ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء تک امام احمد رضا کی خدمت میں رہ کر تربیت کے مراحل طے کیے ——— فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۵ء میں کار افتاء کے لئے تیار کر دیا تھا ——— امام احمد رضا کے لئے فتوؤں میں حوالوں کی کتابیں نکالنا، سندوں کی عبارتیں تلاش کرنا آپ کے ذمے تھا، اس طرح فتویٰ نویسی کے لئے خود آپ بھی تیار ہو رہے تھے ——— ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں دار العلوم منظر اسلام، بریلی شریف کے آپ مہتمم ہوئے تو پھر یہ ذمہ داری حضرت مفتی اعظم مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمہ نے سنبھالی جو آپ کے چھوٹے بھائی تھے، عمر میں آپ سے اٹھارہ سال چھوٹے تھے ——— حجۃ الاسلام علم و فضل میں یگانہ روزگار تھے، مولانا حسنین رضا خاں صاحب نے سچ فرمایا:

"اعلیٰ حضرت کے بعد اگر واقعی کوئی عالم اور ادیب تھا تو وہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں تھے۔" (تذکرہ جمیل ص ۱۲۶)[1]

حجۃ الاسلام کا یہی تبحر علمی تھا کہ وہ بڑے سے بڑے عالم سے اعتماد سے گفتگو کرتے اور بحث و مباحثہ میں اپنی بات منوالیا کرتے تھے ——— مفتی شافعیہ کے شاگرد

ا۔ یہ تقدیم "تذکرہ جمیل" محررہ علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی صاحب کے لیے لکھی گئی۔ "تذکرہ جمیل" علامہ محمد حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے اذکار پر پہلی مستند سوانح ہے جو ۱۹۹۱ء میں بریلی سے شائع ہوئی۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

عبدالقادر طرابلسی شبلی کو بعض مسائل میں اختلاف تھا، حجۃ الاسلام نے ان کو قیام حرمین کے زمانے ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں مسکت جواب دیا اور وہ خاموش ہو گئے ——— عرصہ دراز کے بعد سندھ کے مشہور عالم و عارف حضرت پیر محمد ابراہیم جان سرہندی کی عبدالقادر شبلی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے امام احمد رضا کا ذکر فرمایا ——— یہ بات انہوں نے ۲۷ رجب المرجب ۱۴۱۳ھ/۲۰ جنوری ۱۹۹۳ء کو پیر جو گوٹھ (سندھ) میں ایک ملاقات کے دوران بتائی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مبلغ اسلام حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی دامت برکاتہم العالیہ عالم اسلام کی جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ وہ یورپ اور افریقہ میں امام احمد رضا کا پیغام پھیلا رہے ہیں۔ بہت سے مقامات پر انہوں نے تبلیغی اور اشاعتی ادارے قائم کئے ہیں، خانوادۂ امام احمد رضا سے ان کو والہانہ نسبت ہے۔ ان کی علمی فضیلت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ امام احمد رضا کے دونوں شہزادگان حجۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حامد رضا خاں بریلوی (م۔ ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) اور مفتی اعظم حضرت علامہ محمد مصطفےٰ رضا خاں بریلوی (م۔ ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) علیہم الرحمہ ان کے جلیل القدر اساتذہ میں ہیں۔ وہ اہل سنت کا سرمایہ ہیں ——— علم و ادب سے ان کو فطری لگاؤ ہے ——— ان کی زبان میں چاشنی ہے ——— ان کے بیان میں دل کشی ہے ——— ان کے قلم میں روانی ہے ——— حجۃ الاسلام کی سوانح کے لئے بھی ایسے ہی سوانح نگار کی ضرورت تھی ——— علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی نے یہ سوانح لکھ کر وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے ——— ہماری غفلت شعاری سے کتنی ہی تاریخ ساز شخصیات فراموش کر دی گئیں۔ ان کے علمی کمالات ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہوتے چلے گئے اور بالآخر معدوم ہو گئے ——— یہ ایک قومی المیہ ہے ——— ہمارے قلمکاروں کو تاریخ کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہو جانا چاہیے۔

ضبط کن تاریخ را پایندہ شو !
از نفس ہائے رمیدہ، زندہ شو !

علامہ موصوف نے ”تذکرۂ جمیل“ کی تدوین میں اہم ماخذ سے استفادہ کیا ہے ——— جو کچھ خود دیکھا اور دیکھنے والوں نے جو دیکھا وہ بیان کیا ہے ——— بعض نوادرات کے عکس بھی شامل کیے ہیں ——— کتاب سلیقہ سے مرتب کی ہے اور زندگی کے بہت سے پہلوؤں کو سمیٹا ہے، متعلقات پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے ——— اس سے قبل حجۃ الاسلام کے اتنے تفصیلی حالات کسی کتاب میں نہیں دیکھے گئے، مولانا عبدالحکیم عزیزی نے ایک مختصر رسالہ لکھا تھا جس میں بعض مفید معلومات تھیں مگر وہ ایک مختصر و مفید تعارف تھا اور ”تذکرۂ جمیل“ ایک مفصل سوانح ہے ——— مولائے کریم حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی مدظلہ العالی کو اس خدمت جلیلہ کا صلہ عطا فرمائے اور جن حضرات نے اس کی اشاعت میں حصہ لیا ہے ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ بالخصوص ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، مکتبۂ مشرق، بریلی کے اراکین و معاونین کو اپنی بے پایاں نعمتوں اور رحمتوں سے نوازے۔ آمین!

●

حجۃ الاسلام امام احمد رضا کے مرشد شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ کے پوتے شاہ ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ (۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء) سے بیعت تھے اور انہیں کے ارشاد کے مطابق امام احمد رضا نے تقریباً ۱۳ اسلاسل طریقت میں اجازت وخلافت عطا فرمائی ——— حجۃ الاسلام کو سند حدیث بھی کئی واسطوں سے حاصل تھی ——— شاہ ابوالحسن نوری، امام احمد رضا کے استاد بھی تھے اور شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا کو بھی تربیت کے لئے آپ کے سپرد کیا تھا ——— حجۃ الاسلام نے بیعت کا آغاز امام احمد رضا کے وصال سے چند روز قبل فرمایا، بیعت کے لئے آنے والوں سے امام احمد رضا نے فرمایا:

''ان کی بیعت میری بیعت ہے، ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے، جو ان کا مرید ہوا، میرا مرید ہوا، ان سے بیعت کرو۔'' (تذکرہ جمیل، ص ۱۰۹)

حجۃ الاسلام کے لاکھوں مرید ہیں، جو پاک و ہند اور دوسرے ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں ——— امام احمد رضا کو حجۃ الاسلام سے بڑی محبت والفت تھی ——— چنانچہ ایک مرتبہ امام احمد رضا کو دعوت دی گئی، خود نہ جاسکے، اپنی جگہ حجۃ الاسلام کو بھیجا اور دعوت دینے والے کو تحریر فرمایا:

''حامد رضا کو بھیج رہا ہوں، یہ میرے قائم مقام ہیں، ان کو حامد رضا نہیں، احمد رضا ہی سمجھنا۔'' (تذکرہ جمیل، ص ۱۲۲)

اسی عینیت اور اقربیت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ایک شعر میں یوں فرماتے ہیں:

حامد منی و انامن حامد

''میں حامد سے ہوں اور حامد مجھ سے ہے'' ——— یعنی

ع تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اور خود حجۃ الاسلام اس نسبت خاص پر شکر ادا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انا من حامد و حامد رضا منی کے جلووں سے
بحمد اللہ رضا حامد اور حامد رضا تم ہو

حجۃ الاسلام کے عم محترم مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی ایک قصیدے میں فرماتے ہیں:

حامد رضا ، عالم علم ھدیٰ
نو گل ، گل زار جناب رضا
حسن بہارش ز خزاں دور باد
چوں اب و جد ناصر و منصور باد !

کس دل سے دعا دی تھی کہ آج تک ان کی بہار میں خزاں نہیں آئی اور ان کی مساعی نے نامرادیوں کا منہ نہیں دیکھا ———

●

حجۃ الاسلام ۳۱ سال کی عمر میں ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں اپنی والدہ اور چچا مولانا محمد رضا خاں کی معیت میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوئے۔ لکھنؤ تک امام احمد رضا چھوڑنے گئے، واپسی پر دل بیقرار رہا، چین نہ آیا، خود بھی تیاری کی، بمبئی پہنچ گئے پھر حجۃ الاسلام اپنے والد جلیل کے ساتھ حج پر روانہ ہوئے ——— یہ حج وسیلہ ظفر بنا، اور امام احمد رضا کو وہ فتوحات ہوئیں جن کے بیان کے لئے ایک دفتر چاہیے ——— اسی سفر میں امام احمد رضا نے فصیح عربی میں اپنی شہرہ آفاق کتاب "الدولة المكية" لکھی اور اسی سفر میں یگانہ روزگار کتاب "كفل الفقيه الفاهم" لکھی ——— حجۃ الاسلام نے بعد میں "الدولة المكية" کا اردو میں شاندار ترجمہ کیا ———

الغرض حجۃ الاسلام کو امام احمد رضا کی معیت میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل ہوئی۔

●

امام احمد رضا کو تصنیف و تالیف اور فتویٰ نویسی سے فرصت نہ ملتی تھی۔ ادھر احباب کا اصرار تھا کہ کوئی دارالعلوم قائم کیا جائے ـــــ احباب کے اصرار پر دارالعلوم منظر اسلام ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں قائم کیا گیا ـــــ بنیاد امام احمد رضا نے ڈالی مگر اصل بانی حجۃ الاسلام قرار پائے ـــــ علامہ سلامت اللہ نقشبندی مجددی نے ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء میں منظر اسلام کے معائنہ کے وقت جو تاثرات قلمبند فرمائے اس میں حجۃ الاسلام کو دارالعلوم کا بانی لکھا ہے اور دارالعلوم کے لئے لکھا ہے:

”جس کی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں۔“

حجۃ الاسلام دارالعلوم کے مہتمم تو تھے ہی، ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء میں شیخ الحدیث اور صدر المدرسین بھی ہو گئے۔ تفسیر و حدیث کا بڑا دلنشین درس دیتے تھے، دور دور سے طلباء وعلماء کھنچے چلے آتے تھے ـــــ حجۃ الاسلام نے اپنے چھوٹے بھائی مفتی اعظم ہند محمد مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کو بھی پڑھایا اور برادر عم زاد مولانا حسنین رضا خاں صاحب کو بھی پڑھایا، ان کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ وہ بہترین معلم تھے، طلباء پر بہت رحیم و کریم ـــــ منظر اسلام کے تقسیم اسناد کے سالانہ اجلاس بھی تزک و احتشام سے ہوتے تھے ـــــ تمام سلاسل کے اکابر شریک ہوتے تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور سلسلہ چشتیہ کے دیوان سید آل رسول علی خاں اجمیری وغیرہ بھی شریک ہوتے تھے ـــــ

حجۃ الاسلام کے خاص خاص رفقاء میں یہ نام ممتاز نظر آتے ہیں:

☆ منشی فدا یار خاں رضوی ـــــ نائب مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی

☆ مولانا تقدس علی خاں ـــــ مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی

☆ مفتی ابرار حسن صدیقی ـــــ مدیر ”یادگار رضا“ بریلی

☆ علامہ شمس الحسن شمس بریلوی ـــــ صدر شعبہ فارسی، منظر اسلام، بریلی

●

حجۃ الاسلام بلند پایہ خطیب، مایہ ناز ادیب اور یگانہ روزگار عالم وفاضل تھے۔ تدریس میں تو اپنی مثال آپ تھے ہی مگر تقریر میں ان کو بڑا ملکہ حاصل تھا——پاک وہند کے بہت سے شہروں میں آپ نے تقریر فرمائی، عقائد کی اصلاح اور ایمان کی حرارت پیدا کرنے کے بھرپور سعی فرمائی۔ آپ کی پہلی مدلل تقریر ۲۹ مارچ ۱۹۱۹ء/ ۱۳۳۷ھ کو جبل پور میں ہوئی۔ امام احمد رضا شریک محفل تھے اور شاداں وفرحاں——

آپ انجمن حزب الاحناف، لاہور اور جامعہ نعمانیہ، لاہور کے جلسوں میں لاہور بھی تشریف لائے۔ جب لاہور آتے تو شاہ محمد غوث قادری کے مزار مبارک میں قیام فرماتے——شاہ محمد غوث قادری اپنے عہد کے جلیل القدر محدث تھے۔ شیخ الحدیث حضرت محمد امیر شاہ صاحب گیلانی قادری مدظلہ العالی کی صاحبزادی ام سلمیٰ نے حضرت شاہ محمد غوث محدث لاہوری پر بڑا فاضلانہ مقالہ ڈاکٹریٹ لکھا ہے۔ جس پر پنجاب یونیورسٹی سے ان کو پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری مل گئی ہے——حجۃ الاسلام کا حضرت شاہ محمد غوث، محدث لاہور کے مزار پرانوار پر قیام فرمانا کچھ معنی رکھتا ہے۔ ایک محدث، محدث ہی کے جوار میں کشش محسوس کرتا ہے اور سکون پاتا ہے——

حجۃ الاسلام سندھ بھی تشریف لائے۔ علامہ عبدالکریم درس سے گہرے مراسم تھے، وہ امام احمد رضا کے بھی مخلصین میں تھے۔ انہوں نے امام احمد رضا کا قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے اور حجۃ الاسلام نے ان کا قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے جو "تذکرہ جمیل" میں موجود ہیں——سندھ میں حجۃ الاسلام کے داماد مفتی تقدس علی خاں صاحب پیر صاحب پگارا کے جامعہ راشدہ کے شیخ الحدیث ہوئے جس کے تحت ۰ ے مدارس پورے سندھ میں کام کر رہے ہیں۔ مفتی صاحب نے پیر صاحب کی تربیت فرمائی اور دین ومسلک کی برسوں خدمت کی، اور پیر جو گوٹھ ہی میں ۱۹۸۸ء میں انہوں نے وصال فرمایا——

حجۃ الاسلام، دہلی بھی تشریف لے گئے، فقیر نے بچپن میں اپنے ہاں ان کی

زیارت کی ہے اوران کے حسن وجمال کا نظارہ کیا ہے۔۔۔۔۔۔ حضرت والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ سے خانوادہ امام احمد رضا کو خاص نسبت وتعلق رہا ہے۔۔۔۔۔۔ بات ہورہی تھی حجۃ الاسلام جس طرح تدریس وتقریر میں کمال رکھتے تھے، تحریر پر بھی ان کو اتنا ہی کمال حاصل تھا۔ ان کی سرپرستی میں ماہنامہ "یادگار رضا" نکلتا تھا جو ہر اعتبار سے ایک معیاری رسالہ تھا۔ حجۃ الاسلام کے انتقال کے بعد یہ رسالہ بند ہو گیا۔۔۔۔۔۔ حجۃ الاسلام، اردو، فارسی، اور عربی پر حیرت انگیز قدرت رکھتے تھے، رواں نثر ونظم لکھ کر اہل عرب کو حیران کر دیا۔۔۔۔۔۔ قلم برداشتہ لکھتے، سرعت تحریر میں جواب نہ تھا۔۔۔۔۔۔ امام احمد رضا کی تصانیف پر ان کی تمہیدات قلم برداشتہ لکھی گئی ہیں۔ مثلاً "الدولة المکیة"، "الاجازة المتینه"، "کفل الفقیه الفاهم" وغیرہ پر عربی تمہیدات۔۔۔۔۔۔ دارالعلوم معینیہ، اجمیر شریف کا معائنہ کر کے عربی میں قلم برداشتہ تاثرات لکھ کر علامہ معین الدین اجمیری کو حیران کر دیا۔۔۔۔۔۔ مدارس عربیہ میں بالعموم بڑے بڑے ماہر استاد بھی بولنے اور لکھنے پر قادر نہیں ہوتے گو وہ بحیثیت استاد کامل ہوتے ہیں۔ منظر اسلام کو ہندوستان بھر میں یہ امتیاز حاصل تھا کہ اس کا بانی امام احمد رضا ایک بحر العلوم، ایک ماہر عربی داں اور اس کا مہتمم منبع العلوم حجۃ الاسلام محمد حامد رضا خاں ایک ماہر عربی داں تھے۔ غالباً یہ ان امتیازات میں سے ایک ہے جس کی طرف علامہ سلامت اللہ نقشبندی مجددی رام پوری نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"جس کی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں۔"

حجۃ الاسلام، اردو، فارسی، عربی نثر کے علاوہ نظم پر بھی کمال رکھتے تھے، ذرا ان کے یہ اردو اشعار ملاحظہ ہوں:

☆ آنکھوں سے لگ گئی جھڑی ، بحر میں موج آگئی
سیل سرشک ابل پڑا، نالۂ قلب زار میں

☆ شوق کی چیرہ دستیاں، دل کی اڑاتی دھجیاں
وحشتِ عشق کا سماں، دامنِ تارتار میں
شوق کی ناشکیبیاں، سوز کی دل گدازیاں
وصل کی نامرادیاں، عاشقِ دل فگار میں

☆ مجھ کو در در پھراتی رہی آرزو
ٹوٹے پاؤں، تھک گئی جستجو
ڈھونڈتا میں پھرا، کو بہ کو، چارسو
تھا رگ جاں سے نزدیک تر، دل میں تو
اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو

☆ تمہارے حسن رنگیں کی جھلک ہے سب حسینوں میں
بہاروں کی بہاروں میں، بہارِ جاں فزا تم ہو

حجۃ الاسلام کو تاریخ گوئی میں بھی بڑا کمال تھا۔انہوں نے اردو، فارسی، عربی میں کئی تاریخیں کہی ہیں۔ مسجد جنکشن، بریلی جب تیار ہوئی تو ۵ عربی اشعار پر مشتمل فی البدیہہ قطعۂ تاریخِ تعمیر ارشاد فرمایا (تذکرہ جمیل، ص ۱۷۰)——— ۴ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو فقیر نے بھی اس مسجد کی زیارت کی، مفتی مظہر الاسلام اور اس مسجد شریف کے امام وخطیب علامہ مفتی محمد اعظم مدظلہ العالی نے چائے سے ضیافت کی، مفتی منظر اسلام، علامہ محمد عارف رضوی اور جناب سرتاج حسین ایڈووکیٹ اور دیگر احباب بھی موجود تھے——— حجۃ الاسلام نے علامہ محمد عبد الکریم سندھی کے وصال پر بھی چھ فارسی اشعار کا قطعہ تاریخ وفات قلم بند فرمایا تھا——— ''تذکرہ جمیل'' میں ایسے بہت سے مقامات پیش کیے گئے ہیں۔ (ص ۱۶۹۔۱۷۱)

●

حجۃ الاسلام پیکر جمال وکمال تھے۔ حسن دل افروز ایسا تھا جو دیکھے، بے ساختہ

کہے ـــــــ فتبارک اللہ احسن الخالقین ـــــ ولقد خلقنا الانسان فی احسن التقویم کی جیتی جاگتی تصویر تھے ـــــ ان کے دیدار سے ہی لوگ مسلمان ہو جاتے تھے ـــــ اور انصاف پسند پکار اٹھتے تھے کہ سچوں کا چہرہ ایسا ہی ہوتا ہے ـــــ سبحان اللہ! حسین صورت، بلند اخلاق، متواضع و منکسر المزاج، ہر ایک چاہنے والے پر مہربان، سادات سے والہانہ محبت، معاصرین علماء سے الفت ـــــ خدا کے دوستوں کے دوست، خدا کے دشمنوں کے دشمن ـــــ تقویٰ وصبر بے مثال ـــــ پشت پر کار بنکل پھوڑا نکل آیا، آپریشن کی نوبت آئی، بے ہوشی کے لئے دوا نہ کھائی کہ شراب ہے، درود شریف پڑھتے میں آپریشن ہوتا رہا۔ ٹس سے مس نہ ہوئے، اف تک نہ کی، دیکھنے والے حیران تھے۔

آئی جو ان کی یاد تو آتی چلی گئی
ہر نقش ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

میزبانی میں پیش پیش، مخدوم ہوتے ہوئے خادموں کے خادم،

اللہ رے کوئے دوست کی روشن جمالیاں
ہر ذرہ ہے تجلی ایمن لئے ہوئے

فقیر یکم دسمبر ۱۹۹۲ء کو آستانہ عالیہ رضویہ، بریلی شریف حاضر ہوا تو صاحب سجادہ حجۃ الاسلام کے پوتے علامہ سبحان رضا خاں سبحانی میاں نے چائے سے تواضع کی۔ پھر ان کے چچا علامہ محمد منان رضا خاں منانی میاں نے تواضع کی۔ پھر علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں کے یہاں تواضع ہوئی۔ دوسرے تیسرے دن ازہری میاں، منانی میاں اور جمال رضا خاں کے ہاں کھانے اور چائے سے تواضع ہوئی۔ انواع و اقسام کے ماکولات، سبحان اللہ، ماشاء اللہ! بریلی شریف میں جہاں جانا ہوا دسترخوان اللہ کی نعمتوں سے بھرا ہوا نظر آیا۔ کھانے والا کھاتے کھاتے تھک جائے مگر کھلانے والے کھلاتے کھلاتے نہ تھکیں ـــــ سبحان اللہ! میزبانوں کا شہر ہے کہ شہر خوباں! ـــــ

●

حجۃ الاسلام اپنے عہد کے عظیم مفکر و مدبر اور مصلح و مبلغ تھے۔ انہوں نے ''الصارم الربانی'' لکھ کر ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء میں قادیانی تحریک کے خلاف اپنی مہم کا آغاز کیا جس کا اختتام ۳۰ رجون ۱۹۷۴ء کو ہوا جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ افسوس جس خاندان نے قادیانی تحریک کے خلاف جہاد کیا اس پر احسان الہٰی ظہیر نے قادیانیت کا الزام لگایا ــــــ ۲۰ رجنوری ۱۹۹۳ء کو ایک عظیم اجتماع میں پیر جو گوٹھ، سندھ جانا ہوا۔ وہاں ایک نابینا فاضل نے بتایا کہ مکہ معظمہ میں جامعہ ازہر کے ایک طالب علم نے بتایا کہ شیخ الجامعہ کو بعض فتنہ پرداز یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ امام احمد رضا خاں ایک ایسے شخص کا نام ہے جو مسلمانوں کو حج سے روکتا تھا ــــــ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علمائے اہل سنت میں ایک نیا رجحان جنم لے رہا ہے نہ جانے کیوں؟ ــــــ وہ رجحان یہ ہے کہ امام احمد رضا کی ہر بات کو حرف آخر نہ سمجھا جائے، تنقید کی چھوٹ دی جائے ــــــ بے شک دی جانی چاہیے مگر امام احمد رضا سے کوئی بلند تو ہو، بلند نہ سہی برابر تو ہو ــــــ برابر نہ ہی سہی اس قابل تو ہو کہ ان کی بات سمجھ سکے اور ان کے فیصلے کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈال سکے ــــــ ان کی شان تو یہ تھی کہ علمائے عرب و عجم ان کے در پر سوالی بن کر آئے ــــــ علماء کی کثیر جماعت نے ان کے سامنے اپنے استفتاء پیش کیے اور سیر حاصل جواب پا کر شاد ہوئے ــــــ ہم میں کون ایسا ہے؟ ــــــ امام احمد رضا کا عظیم احسان ہے کہ انہوں نے ''فتاویٰ رضویہ'' کی صورت میں علماء اہل سنت کے لئے علم و دانش کا ایک عظیم ذخیرہ فراہم فرمایا۔ ہم نے اب تک اسی کو نہیں پڑھا، پھر غیر ضروری مسائل پر غیر ضروری مباحث کی ضرورت؟ ــــــ امام احمد رضا کے زمانے میں ان سے بڑا نہ سہی مگر ایک سے ایک بڑا عالم موجود تھا، علمائے اہل سنت کی اکثریت امام احمد رضا کی بات کو حرف آخر سمجھتی تھی اور اب بھی سمجھتی ہے ــــــ امام احمد رضا کو ہدف تنقید بنانا، ان کی علمیت اور مجددیت کو موضوع سخن بنانا، رہے سہے فکری اتحاد کو پارہ پارہ

کرتا ہے ـــــ یہ بڑی غیر دانشمندانہ بات ہوگی، اس رجحان سے جتنا بچا جائے، اتنا ہی ہمارے لئے مفید ہوگا۔ اس رجحان کے محرکات علاقائی اور خانقاہی عصبیت بھی ہو سکتی ہے، خودنمائی کی خواہش اور خود پسندی کا جذبہ بھی ہو سکتا ہے ـــــ امام احمد رضا اتنے عظیم ہیں، ان سے اختلاف کرنے والا نیک نام نہیں بدنام ہوگا ـــــ دنیا و آخرت کا فائدہ اسی میں ہے کہ ہم اپنے اکابر کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور امام احمد رضا کی فکر و دانش سے بھرپور استفادہ کر کے دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں ـــــ مولیٰ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اہل سنت کے خلاف ایک عالمی سازش پوری قوت کے ساتھ برسرپیکار ہے، اہل بصیرت علماء و دانشوروں کو اس طرف توجہ دینی چاہیے ـــــ تبلیغ کے نام پر قرآن پڑھنے سے روکا جا رہا ہے، تبلیغی نصاب کو قرآن کے قائم مقام بتایا جا رہا ہے ـــــ تبلیغی مراکز کو حرمین شریفین سے تشبیہ دی جارہی ہے ـــــ تبلیغ کے لئے جانے والوں کو مسجد حرام اور مسجد نبوی شریف سے کہیں زیادہ ثواب کی بشارتیں دی جارہی ہیں ـــــ دن کی روشنی میں یہ کیا جارہا ہے؟

جو فرقے ملت اسلامیہ کو شدید نقصان پہنچا رہے ہیں، ان کا ظاہر اتنا حسین ہے کہ کسی کو یقین نہیں آتا کہ یہ اندر سے اتنے خراب ہوں گے۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال مرحوم فرقوں کے اکابرین سے حسن ظن رکھتے تھے لیکن حجۃ الاسلام نے لاہور میں ایک ملاقات کے دوران ان کی گستاخانہ عبارات سنائیں تو وہ حیران رہ گئے اور فرمایا:

"مولانا یہ ایسی عبارات گستاخانہ ہیں کہ ان لوگوں پر آسمان کیوں نہ ٹوٹ پڑا۔ ان پر تو آسمان کو ٹوٹ پڑنا چاہیے۔"

●

حجۃ الاسلام نے عقائد فاسدہ کا رد کیا، مذہبی اور سیاسی تحریکات میں حصہ لیا۔ تحریک رضائے مصطفےٰ، تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک شدھی سنگھٹن،

تحریک مسجد شہید گنج اور اس قسم کی بہت سی تحریکوں میں ملت کی رہنمائی کی——
۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں مراد آباد کی ایک کانفرنس میں جو خطبہ ارشاد فرمایا، اس سے آپ کے تدبر اور سیاسی بصیرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ خطبہ آج بھی کسی بھی مسلم سلطنت کا لائحہ عمل بن سکتا ہے۔

حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کا وصال ۱۷؍جمادی الاول ۱۳۶۲ھ/۲۳؍مئی ۱۹۴۳ء کو بریلی شریف میں عشاء کی نماز کے دوران تشہد پڑھتے ہوئے ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

دل تو جاتا ہے اس کے کوچے میں

جا مری جان جا خدا حافظ

نماز جنازہ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب نے پڑھائی، محدث اعظم حجۃ الاسلام کی تعلیم و تربیت کا شہ کار تھے جنہوں نے پاکستان میں فکری انقلاب برپا کیا اور سواد اعظم اہل سنت کے مشن کو فروغ بخشا۔ مزار مبارک محلہ سوداگراں، بریلی شریف میں روضہ امام احمد رضا کے اندر ہے۔

●

حجۃ الاسلام کے بعد مفسر قرآن علامہ محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں علیہ الرحمہ آپ کے جانشین ہوئے—— آپ ۱۰؍ربیع الاول ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ امام احمد رضا نے اس پوتے کی خوشی میں منظر اسلام کے طلباء کو من بھاتے کھانے کھلائے، مخصوص طلباء کے جوڑے بھی بنوائے۔ ۱۴؍شعبان المعظم ۱۳۲۹ھ/۱۹۰۸ء کو رسم بسم اللہ کے ساتھ ساتھ بیعت و خلافت سے نوازا—— فرمایا:

”میرا پوتا میری زبان ہوگا۔“

حامد منی وانامن حامد کی بازگشت پھر سنائی دی—— جیلانی میاں نے منظر اسلام کی آبیاری کی، درس و تدریس کے ذریعہ مسلک اہل سنت و جماعت کی

اشاعت کی۔ "یادگار رضا" کا اہتمام بھی آپ ہی کے سپرد تھا۔ ۱۱ر صفر ۱۳۸۵ھ/ ۱۲ر جون ۱۹۶۵ء کو بریلی شریف میں جیلانی میاں کا وصال ہوا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس ماہ مبارک میں حجۃ الاسلام پیدا ہوئے اسی ماہ مبارک میں جیلانی میاں پیدا ہوئے اور جس ماہ مبارک میں امام احمد رضا کا وصال ہوا اسی ماہ مبارک میں جیلانی میاں کا وصال ہوا۔

جیلانی میاں کے صاحبزادگان میں: ریحان رضا خاں ریحانی میاں، تنویر رضا خاں، اختر رضا خاں ازہری، قمر رضا خاں، منان رضا خاں منانی میاں پانچ لڑکے ہوئے ریحانی میاں، سجادہ نشین ہوئے ـــــ ان کا وصال ہوا تو ان کے پانچ صاحبزادگان سبحان رضا خاں، عثمان رضا خاں، توقیر رضا خاں، توصیف رضا خاں، تسلیم رضا خاں میں سے سبحان رضا خاں سبحانی میاں سجادہ نشیں ہوئے اور بحمد اللہ رونق افروز سجادہ ہیں ـــــ جیلانی میاں کے دوسرے صاحبزادے علامہ اختر رضا خاں اس وقت مفتی اعظم محمد مصطفٰے رضا خاں کے قائم مقام اور مفتی اہل سنت ہیں۔ ان کا علمی وروحانی فیض دور ونزدیک جاری ہے۔ ان کے ایک صاحبزادے عسجد رضا خاں ہیں۔

جیلانی میاں کے چھوٹے بھائی حماد رضا خاں نعمانی میاں ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء میں کراچی میں انتقال ہوا۔ ان کے صاحبزادگان یزدانی میاں، رحمانی میاں اور نورانی میاں کراچی میں ہیں۔

●

حضرت حجۃ الاسلام کے خانوادہ عالی کی فقیر پر بہت شفقت ہے ـــــ علامہ ریحان رضا خاں ریحانی میاں جب پاکستان تشریف لائے، فقیر کے غریب خانے پر بھی تشریف لائے۔ علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں بھی جب پاکستان تشریف لائے، فقیر کے غریب خانے پر تشریف لائے۔ علامہ قمر رضا خاں اور علامہ منان رضا خاں بھی جب پاکستان تشریف لائے فقیر سے ملاقات کی۔[1]

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم "تذکرہ جمیل" مصنفہ علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی، مطبوعہ بریلی ۱۹۹۱ء

مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں

مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں ۲۲ رذی الحجہ ۱۳۱۰ھ / ۷ رجولائی ۱۸۹۲ء بروز جمعۃ المبارک بوقت صبح صادق کو بریلی میں پیدا ہوئے۔[1] ان کا نام محمد اور عرفی نام مصطفےٰ رضا تجویز کیا گیا۔[2] ابتداء میں برادر بزرگ مولانا حامد رضا خاں، شاہ رحم الٰہی منگوری سے استفادہ کیا اور والد ماجد سے معقولات و منقولات کی تکمیل کی —— ۲۵ رجمادی الثانی ۱۳۱۱ھ کو شاہ ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے اور ان کے علاوہ والد ماجد نے اجازت و خلافت سے نوازا۔ پاک و ہند اور بیرونی ممالک میں بے شمار افراد آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہیں۔ خلفاء بھی بکثرت ہیں۔ اصل تعلیم و تربیت تو محدث بریلوی نے فرمائی —— اساتذہ میں برادر بزرگ علامہ محمد حامد رضا خاں، علامہ شاہ رحم الٰہی صاحب ناگوری، مولانا بشیر احمد علی گڑھی، علامہ ظہور الحسن نقشبندی فاروقی قابل ذکر ہیں۔ ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں بعمر اٹھارہ سال علوم عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہوئے اور ۳۸ سے زیادہ علوم و فنون میں مہارت حاصل کی۔ درس نظامی سے فراغت کے بعد ۱۳۲۸ھ سے دارالعلوم منظر اسلام، بریلی میں تدریس کا آغاز فرمایا اور ۱۳۳۲ھ تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ پھر دارالافتاء کی ذمہ داریوں کی وجہ سے مخصوص طلباء تک سلسلہ درس و تدریس محدود ہو گیا۔ مفتی اعظم نے دارالعلوم مظہر اسلام، بریلی میں بھی تدریس کے فرائض انجام دیئے۔[3]

مفتی اعظم نے فتویٰ نویسی کا فن محدث بریلوی سے سیکھا اور اس میں وہ مہارت پیدا کی کہ مفتی اعظم ہند ہوئے۔ ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں بعمر ۱۸ سال فتویٰ نویسی کا آغاز کیا اور یہ سلسلہ آخر تک چلتا رہا۔ مفتی اعظم نے مجموعی طور پر ۷۰ سال فتویٰ نویسی کے فرائض

۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: محدث بریلوی، ص ۳۲، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء

۲۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور ص ۸۷

۳۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: محدث بریلوی، ص ۳۲/ ۳۵، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء

انجام دیئے۔ آپ کے فتاویٰ "فتاویٰ مصطفویہ" کے نام سے دو جلدوں میں چھپ چکے ہیں۔ جس میں صرف دس سال کے فتوے جمع کیے گئے ہیں۔[1]

علم وفضل میں مفتی صاحب کا پایہ بہت بلند ہے۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ علمائے مکہ سید علوی مکی، سید محمد بن امین مکی وغیرہ نے آپ سے اجازت حدیث لی۔ فقاہت میں آپ کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ آپ نے ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں ۱۸ سال کی عمر میں پہلا فتویٰ دیا تھا۔ آپ نے پہلا حج ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں کیا اور دوسرا ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۰ء میں۔

مفتی صاحب، صاحب فضیلت وکرامت اور صاحب تقویٰ ہیں۔ فتویٰ اور تقویٰ کا یکجا ملنا فی زمانہ نادر نظر آتا ہے۔۔۔۔۔ تصویر کشی کو وہ حرام سمجھتے تھے، اس لئے زندگی بھر تصویر نہ کھنچوائی۔۔۔۔۔ نس بندی کو وہ ناجائز سمجھتے تھے۔ اس لئے حکومت ہند کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نس بندی کے خلاف فتویٰ دیا اور اس کو پورے ہندوستان میں مشتہر کرایا، اس سے ان کی حق گوئی وبے باکی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

انہوں نے اشاعت وتبلیغ اسلام میں اہم کردار ادا کیا، اور تحریک پاکستان کے سلسلے میں بڑا اہم کردار ادا کیا، ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء جب شردھانند نے فتنۂ ارتداد اٹھایا تو آپ نے ثابت قدمی سے اس کا مقابلہ کیا۔ مفتی اعظم نے ہر کٹھن وقت میں مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی۔[2] ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج، لاہور کا سانحہ پیش آیا۔ مفتی اعظم نے انگریزوں اور سکھوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی حمایت کی۔ اسی طرح ۱۳۳۵ھ/۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس میں بھی تاریخ ساز کردار انجام دیا، ملت اسلامیہ پر آپ کا احسان ہے۔

۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: محدث بریلوی، ص ۳۲، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء

۲۔ ایضاً، ص ۳۵

●

وہ صاحب شریعت اور عامل سنت سنیہ تھے۔ غریبوں سے پیار کرتے تھے اور امیروں سے اجتناب۔ ایک غریب کی عیادت کی خاطر گورنر یو۔ پی اکبر علی خاں سے ملاقات موقوف کردی اور گورنر ملاقات کئے بغیر چلا گیا۔ اس غریب پروری اور غمخواری کی وجہ سے مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی آپ کی مجلس میں آتے تھے۔ دیکھنے والے کہا کرتے تھے کہ آپ کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولی کی یہی نشانی بتائی ہے۔

مفتی اعظم عالم وعارف، مفتی وفقیہ، اور مدبر ومفکر ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھے۔ ان کے اشعار میں قدماء کا رنگ جھلکتا ہے ـــــ ان کا شعری مجموعہ "سامانِ بخشش" بریلی سے شائع ہو چکا ہے۔[1]

مفتی صاحب شعروسخن کا بھی خاص ذوق رکھتے تھے اور نوری تخلص فرماتے تھے، ان کے اشعار میں دل نشینی ودل آویزی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

☆ وہ حسیں کیا جو فتنے اٹھا کر چلے
حسیں تم ہو فتنے مٹا کر چلے
شب کو شبنم کی مانند رویا کئے
صورت گل وہ ہم کو ہنسا کر چلے

☆ جو ساقی کوثر کے چہرے سے نقاب اٹھے
ہر دل بنے میخانہ، ہر آنکھ ہو پیمانہ
مست مئے الفت ہے، مدہوش محبت ہے
فرزانہ ہے دیوانہ، دیوانہ ہے فرزانہ
ہر پھول میں بو تیری ہر شمع میں ضو تیری
بلبل ہے ترا بلبل، پروانہ ہے پروانہ

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: محدث بریلوی، ص ۳۷۵، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء

☆ بد سے بد کو لیا جس نے آغوش میں
کیا کسی سے وہ دامن بچا کر چلے
جن کے دعوے تھے ہم ہی ہیں اہل زباں
سن کے قرآن زبانیں دبا کر چلے

بہت سے رسائل وکتب آپ سے یادگار ہیں:

مؤلفات میں:

☆ ملفوظات اعلیٰ حضرت" ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء ——— چار حصے اور

☆ "الطاری الداری" ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء ——— تین حصے قابل ذکر ہیں اور

تصنیفات میں:

☆ "تنویر الحجۃ" ☆ "الحجۃ الباھرۃ" ☆ "القول العجیب"

☆ "وقعات السنان" اور ☆ "طرق الہدیٰ"

وغیرہ قابل ذکر ہیں[1]

آپ نے بریلی میں دارالعلوم مظہر اسلام کی بنیاد رکھی (جس کے مہتمم مولانا خالد علی خاں صاحب ہیں) اور آپ ہی کے ایماء سے بریلی میں رضا لائبریری اور رضا اکیڈمی قائم کی گئی جس کے لئے مولانا اختر رضا خاں اور مولانا محمد منان رضا خاں کوشاں ہیں۔[2]

۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۱ء

۲۔ مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں کے تفصیلی حالات کے لئے سید ریاست علی قادری کی تالیف "مفتی اعظم ہند" مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء مطالعہ کی جائے۔ مسعود

تفصیلی حالات کے لیے مندرجہ ذیل ماخذ سے رجوع کریں:

☆ ظفر الدین بہاری : "حیات اعلیٰ حضرت، ص ۱۹

☆ محمد احمد قادری : تذکرہ علمائے اہل سنت، ص ۲۲۳۔۲۲۴

☆ محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص ۸۸

☆ غلام معین الدین نعیمی : حیات صدر الافاضل، مطبوعہ لاہور، ص ۱۸۰۔۱۹۰

☆ محمد صادق قصوری : خلفائے اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی

وہ اپنے والد ماجد امام احمد رضا کا آئینہ تھے۔ا

مفتی اعظم مصطفےٰ رضا خاں نے ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء کو کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے بریلی میں وصال فرمایا۔ ان کی نماز جنازہ میں دنیا بھر کے ۲۵ لاکھ عقیدت مند شریک ہوئے۔ نماز جنازہ میں اتنا عظیم اجتماع تاریخ میں نہیں ملتا۔۔۔۔۔ اس سے مفتی اعظم کے حلقہ اثر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مفتی اعظم کے بکثرت خلفاء پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، ماریشس، یورپ اور امریکہ اور افریقہ وغیرہ میں ہیں۔

علامہ شاہد علی رضوی نے مفتی اعظم کے منتخب تلامذہ کے ۳۵ نام گنوائے ہیں جو سب کے سب متبحر عالم ہوئے۔۔۔۔۔ اسی طرح منتخب تلامذہ کے ۳۴ نام گنائے ہیں جو اعلیٰ پایہ کے مفتی ہوئے اور مستفیدین میں گیارہ ممتاز علماء کے نام گنائے ہیں۔۔۔۔۔ علامہ موصوف نے مفتی اعظم کی تصانیف اور شروح میں ۴۵ نام گنائے ہیں۔۔۔۔۔ مجیب الرضا صاحب مفتی اعظم پر روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی سے پروفیسر وسیم بریلوی کی رہنمائی میں ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں اور نوشاد عالم حنفی بہار یونیورسٹی، مظفر پور سے ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔

آپ کے وصال کے بعد علامہ محمد ابراہیم رضا خاں علیہ الرحمہ کے صاحبزادے علامہ محمد اختر رضا خاں صاحب قائم مقام مفتی اعظم ہیں۔۲

ا۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم، امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء

۲۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: محدث بریلوی، ص ۳۶، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء

شہزادہ امام احمد رضا
مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں

- سلام —— اس پر جس نے دلوں پر حکومت کی
- سلام —— اس پر جس کی یاد روشنیاں لے کر آتی ہے
- سلام —— اس پر جس کا خیال تاریکیاں لے کر جاتا ہے
- سلام —— اس پر جس کے قدم نہ ڈگمگائے
- سلام —— اس پر جس کی نظر نہ بہکی
- سلام —— اس پر جو صراط مستقیم پر رواں دواں رہا
- سلام —— اس پر جس نے ملت کو شعور زندگی بخشا
- سلام —— اس پر جس نے سب کچھ لٹایا
- سلام —— اس پر جس نے کچھ نہ چاہا
- سلام —— اس پر جو محبت کا پاسدار تھا
- سلام —— اس پر جو غریبوں کا غمگسار تھا
- سلام —— اس پر جس نے گرتوں کو سنبھال لیا
- سلام —— اس پر جس نے ڈوبتوں کو نکالا
- سلام —— اس پر جس نے طوفانوں کے منہ پھیر دیئے
- سلام —— اس پر جو یادگار سلف تھا
- سلام —— اس پر جو افتخار خلف تھا
- سلام —— اس پر جس کا جہاں سارا جہاں تھا
- سلام —— اس پر جو فقر غیور کا علمبردار تھا
- سلام —— اس پر جو تقویٰ شعار تھا

- سلام ـــــ اس پر جو علم کا کمال تھا
- سلام ـــــ اس پر جو فضل کا جمال تھا
- سلام ـــــ اس پر جس نے لوح و قلم کی لاج رکھی
- سلام ـــــ اس پر پاک و ہند میں جس کا سکہ رواں تھا
- سلام ـــــ اس پر مداحانِ رسول جس سے فیض پاتے تھے
- سلام ـــــ اس پر گستاخانِ رسول جس سے خار کھاتے تھے
- سلام ـــــ اس پر جس نے عشق مصطفےٰ ﷺ کے چراغ روشن کئے
- سلام ـــــ اس پر جو گفتار و کردار میں اللہ کی برہان تھا
- سلام ـــــ اس پر جس کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا
- سلام ـــــ اس پر جو قدم قدم پر خدا کو یاد رکھتا تھا
- سلام ـــــ اس پر جو واصل باللہ تھا
- سلام ـــــ اس پر جو باقی باللہ تھا
- سلام ـــــ اس پر جس نے اسلام کی آن رکھی
- سلام ـــــ اس پر جس کے شب و روز خدا کی عبادت میں صرف ہوتے تھے
- سلام ـــــ اس پر جس کے رات دن مخلوق خدا کی خدمت میں صرف ہوتے تھے
- سلام ـــــ اس پر جس کی ہر بات نصیحت تھی
- سلام ـــــ اس پر جس نے ہدایت کا حق ادا کر دیا
- سلام ـــــ اس پر جس کا مسکن مرکز ارباب صفا تھا
- سلام ـــــ اس پر جس کا مدفن مرجع ارباب وفا ہے

ہاں وہ کون ہے جس کیلئے آج آنکھ اشکبار ہے؟ ہاں وہ کون ہے جس کیلئے آج دل بے قرار ہے؟ ہاں وہی جو دلوں میں رہتا تھا، جو آنکھوں میں بستا تھا۔

ے کسی صورت سے بھولتا ہی نہیں
آہ ! یہ کس کی یاد کاری ہے
کیا کہوں تم سے بے قراری کی
بے قراری سی بے قراری ہے

ہاں وہ وہی شہزادہ عالی وقار ہے جو ۲۲ رذی الحجہ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء کو آفتاب بن کر افق بریلی پر جلوہ گر ہوا۔ جس کا مرشد نوری نے "ابوالبرکات محی الدین جیلانی"، والد گرامی نے "محمد" رکھا اور عرف "مصطفےٰ رضا" تجویز کیا گیا۔

جس ذات سے اس کو نسبت فرزندی تھی،

☆ وہ وقت کا فرد فرید تھا،

☆ وہ علوم نقلیہ کا تاجدار تھا،

☆ وہ علوم عقلیہ کا غواص تھا،

☆ وہ میدان فقاہت کا شہسوار تھا،

☆ وہ میدان سیاست کا علمبردار تھا،

☆ عرب و عجم میں اس کی دھوم تھی،

☆ سارے جہاں میں اس کا چرچا تھا۔

کون؟ عبدالمصطفےٰ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز۔

دیکھنے والے کہتے ہیں کہ شہزادہ عالی جاہ اپنے والد بزرگوار کا عکس جمال تھا۔ اس کے حسن ورعنائی کی بات کیا کیجئے۔ گورا رنگ، نورانی چہرہ، چوڑی پیشانی، لبوں پر تبسم گفتگو میں حلاوت، کلام میں لطافت، جدھر سے گزرے دیکھ دیکھ کر لوگ دوڑے چلے آتے تھے۔ کشش و دلنوازی کا عجب عالم تھا،

ے سینہ خالی کند از دلہا
یار بہر شکار می آید

مژدہ اے دل کہ بہر استقبال
رحمتش بے قرار می آید

اور جس ذات قدسی صفات سے اس کو شرف بیعت حاصل تھا وہ بھی آسمان ارشاد کا آفتاب تھا اور علم ودانش کا مہتاب تھا۔ ایک عالم اس سے فیض یاب تھا۔ کون: شاہ ابوالحسن احمد النوری مارہروی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز۔ یہ وہ مقدس ہستی ہے جس کی تعریف میں امام احمد رضا جیسا فاضل اجل یوں رطب اللسان ہے:

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین
سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابوالحسین

اور جس سے خود امام احمد رضا کو شرف خلافت و اجازت حاصل تھا۔ اس شرف وسعادت پر وہ ناز کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ہاں طالع رضا تری اللہ رے یاوری!

اور سنو سنو، وہ کیا کہہ رہے ہیں:

”میں نے مارہرہ سے کوہ طور پر ایک آگ اٹھتے ہوئے دیکھی ہے، میں اس کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ میں اس کی راہبری چاہتا ہوں۔ ہاں مبارک ہیں وہ رہروانِ منزل، جو اس کے پیچھے پیچھے چلیں اور راہ پائیں۔ کیسی بلند وبالا ہے وہ آگ جس کی چمک دمک تاریکیوں کو روشن کرتی ہے۔ ہاں یہ چمک جو احمد نوری سے پھوٹ رہی ہے۔ کون احمد نوری؟ ہدایت کا نور، تقویٰ کا دریا، پاکیزگی کا مہتاب، اللہ تعالیٰ کی حفاظت ان کی مدد فرمائے!“ (ترجمہ وتفہیم)

شہزادہ عالی وقار کو اپنے شیخ سے ایسی محبت تھی کہ شاعری کی تو تخلص بھی نوری رکھا:

داغ دل ہم نے نوری رکھا ہی دیا
درد دل کا فسانہ سنا کر چلے

بلاشبہ جس کو ایسا مرشد ملا ہو وہ اپنی قسمت پر کیوں نہ نازاں ہو اور اس کی تربت کیوں نہ فروزاں ہو! پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ مختلف سلاسل طریقت میں خلافت و اجازت اپنے والد ماجد امام احمد رضا سے حاصل کی۔ ان کی صحبت نے کندن بنا دیا اور ایں و آں سے بے نیاز کر دیا۔ خود فرماتے ہیں:

''اب نہ وہ خودی جو بے خود بنائے تھی، نہ وہ مدہوشی جو بے ہوش کئے تھی، نہ وہ جوانی کی امنگ، نہ کسی قسم کا کوئی ترنگ''۔[1]

اور وہ وقت بھی آیا جب امام احمد رضا دنیا سے جا رہے ہیں۔ آفتاب عالم تاب غروب ہو رہا ہے اور بے قرار دل دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ مگر سلسلہ بیعت بند ہو چکا ہے۔ شہزادگان کو حکم ملتا ہے کہ وہ بیعت کریں۔ گروہ در گروہ مے گسار چلے آ رہے ہیں، اور بھر بھر کر جام و سبو لئے جا رہے ہیں:

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق

ہاں شہزادہ عالی جاہ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ والد ماجد نے خود اپنی زندگی میں اپنے سامنے بیعت کرایا۔ پھر تو یہ سلسلہ چل نکلا اور ایسا چلا کہ ۶۰ برس تک تھمنے میں نہ آیا۔ اور تو اور جب آپ کا وصال ہونے لگا تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کلمات بیعت تلقین فرما رہے ہیں مگر سامنے کوئی نہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ لوگ جوق در جوق چلے آ رہے ہیں۔ اور ایک ایک کو بیعت فرما رہے ہیں۔ شاید عالم اجسام کا یہ مرشد کامل عالم ارواح اور عالم جنات میں تشنہ روحوں کو بیعت سے سرفراز فرما رہا تھا۔

۱۔ محمد مصطفےٰ رضا خاں، مفتی: ملفوظات، حصہ اول، مطبوعہ لاہور، ص ۸

(۲)

وہ عاشق رسول تھا۔ عشق ہی نے اس کی زندگی کو فروزاں کیا۔ جمال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس نے ایک نئے زاویئے سے دیکھا۔ خوب دیکھا اور خوب کہا:

؎ وہ حسیں کیا جو فتنے اٹھا کر چلے
حسین تم ہو، فتنے مٹا کر چلے

اس لئے ہر بہار، بہار مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں نظر آرہی ہے۔ اس لئے کہ ساری بہاروں کی جان یہی بہار ہے۔

زمین و آسمان کی سب بہاریں آپ کا صدقہ

اللہ اللہ! محبت کی ایسی آگن کہ ۸۵ سال کی عمر میں جب دوسری بار حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین طیبین کیلئے حاضر ہوئے تو ایک روز غار ثور کی زیارت کیلئے چلے۔ شوق کا یہ عالم کہ پہاڑ پر چڑھے تو چڑھتے ہی چلے گئے۔ جوان و تنومند انسان جو فاصلہ تین گھنٹے میں طے کرتا ہے، آپ نے اڑھائی گھنٹے میں طے کر لیا اور دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیا اور جب گھر واپس تشریف لائے تو چند سیڑھیاں چڑھنا دوبھر ہو گیا۔ بیشک عشق و محبت کے طفیل ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے:

ع عشق سراپا یقیں اور یقیں فتح یاب

وہ اتباع سنت میں پیش پیش تھے۔ سنت کے سانچے میں خود کو ایسا ڈھالا کہ بایدو شاید اس کی ایک ایک ادا ترجمان سنت تھی۔ سنیے سنیے:

ایک غریب جاں بلب ہے۔ عیادت کیلئے قدم اٹھے ہیں کہ اتنے میں خبر آئی کہ گورنر یو۔ پی ملاقات کیلئے حاضر ہو رہا ہے۔ مگر اتباع سنت میں جو قدم اٹھ چکے تھے وہ پیچھے نہ ہٹے۔ دیکھنے والے حیران تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ آج تو وہ آرہا ہے جس کی دید کیلئے اہل دنیا آرزوئیں کرتے ہیں مگر نہیں نہیں ان حضرات کی نظر میں آتے جاتے عہدوں کی کوئی قدر و منزلت نہیں۔ ان کے مولیٰ نے ان کو وہ عزت دی ہے کہ زمانے کا

کوئی حادثہ اس کو متاثر نہیں کرسکتا۔ بڑے سے بڑے عہدیدار اور وزیر بادشاہ کی مسند چھین سکتی ہے مگران حضرات کے دامن عصمت پر جو ہاتھ ڈالتا ہے، برباد ہو جاتا ہے۔ سچ ہے عزت اللہ کیلئے، اس کے رسول کیلئے اور مومنین ہی کیلئے ہے۔ آج عالم وصوفی، اہل دول کی طرف لپکتے نظر آتے ہیں۔ دنیوی جاہ وجلال ان کو مرعوب کئے دیتا ہے۔

● —— سلام اس پر جس کی نظریں دو عالم سے بے نیازانہ گزر گئیں

عشق ومحبت نے اس کو ایسا مست و بے خود کر دیا تھا کہ نہ کسی کی جاہ وحشمت نظروں میں جچتی تھی اور نہ مال و دولت۔ ان کے والدگرامی نے ان کو اور اپنے تمام وابستگان کو یہ نصیحت کی تھی:

''تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دست سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعت دین وحمایت سنت میں جلب منفعت کا خیال دل میں بھی نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصتاً لوجہ اللہ ہو۔''[1]

اس ہدایت ونصیحت پر ایسا عمل کیا کہ بایدو شاید۔ ''متاع غرور'' سے ایسی نظریں پھیریں کہ پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔ سنیے سنیے:

حج بیت اللہ سے بمبئی واپسی ہے۔ ایک مرید باصفا نے ایک گراں قیمت کار اس نیت سے خریدی کہ بمبئی سے بریلی تک اس میں لے جائے۔ راستہ میں مریدوں اور معتقدوں کو ملاتا جائے اور جب بریلی پہنچے تو یہ کار نذر کر دے۔ بمبئی سے روانہ ہوئے۔ جاں نثار وفدا کار راستے میں زیارت کرتے رہے۔ بریلی پہنچے۔ تکمیل آرزو کا وقت آگیا ہے۔ مرید وفا شعار دست بستہ کھڑا ہے۔ اپنی کار خدمت اقدس میں نذر گزران رہا ہے، مگر ان کی نگاہ کی رفعت کا عالم نہ پوچھئے:

ے دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

---

[1] ماہنامہ ''الرضا'' بریلی شریف شمارہ ربیع الآخر و جمادی الاول ۱۳۳۸ھ ص ۹

وہ حرماں نصیب اپنی کارواپس لے کر لوٹ رہا ہے۔مگر حریم جاناں سے محبت لے کر لوٹ رہا ہے۔جس کی نگاہ میں محبوب سماجائے پھر اور کوئی نہیں سما سکتا۔ساری آرزوؤں کا حاصل صرف ایک آرزو ہو جاتی ہے:

؎ تجھ سے مانگوں میں تجھی کو تو سبھی کچھ مل جائے
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

آن عالم وعامی سبھی کار کے آرزو مند ہیں۔جس کو دیکھو دنیا کی طرف لپک رہا ہے۔مگر وہ گریزاں ہے۔ایک وہ ہیں جن کے پیچھے دنیا بھاگ رہی ہے اور دنیا سے وہ گریزاں ہیں۔

● ہزاروں سلام ہوں اس ہمت بلند پر۔

داہنے ہاتھ سے لینا اور کھانا سنت ہے۔اس سنت سے اب عوام تو عوام خواص بھی غافل نظر آنے لگے ہیں۔مگر اس کی نگاہ پاک آخر تک سنت ہی کو تکتی رہی۔وہ جمال سنت ہی میں محو تھا۔کوئی خلاف سنت عمل اس کو نہ بھاتا تھا۔لوگ تعویذ لینے آتے تھے اور تعویذ دیئے جاتے تھے۔ایک روز ایک حاجت مند آیا،تعویذ جو عنایت فرمایا،اس نے بایاں ہاتھ آگے بڑھادیا۔آپ نے ہاتھ روک لیا۔برہم ہو گئے،نصیحت فرمائی،تنبیہہ فرمائی۔پھر جب اس نے داہنا ہاتھ آگے بڑھایا تو تعویذ عنایت فرمایا۔بظاہر بات معمولی سی ہے مگر سیرت کی پختگی کا حال انہیں باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔

وقت پر نماز ادا کرنے کا خاص اہتمام فرماتے۔ریل میں سفر کر رہے ہیں۔ایک اسٹیشن پر ریل رکتی ہے نیچے اترتے ہیں اور اطمینان وسکون کے ساتھ نماز شروع کرتے ہیں۔(یادرہے کہ آپ کے نزدیک چلتی ریل میں فرض وواجب نماز پڑھنا واجب الاعادہ تھا)خضوع وخشوع کا عالم ہے۔ادھر ریل جارہی ہے مگر کیا مجال عجلت و اضطراب کا عالم نظر آئے۔اللہ اللہ:

؎ قدسیوں کو بھی رشک اس جمعیتِ خاطر پہ ہے
کچھ نہیں کھلتا کہ میں کس کے پریشانوں میں ہوں

نماز ہوتی رہی، ریل چلی گئی، مگر چلتے چلتے رک گئی۔ آگے نہ بڑھ سکی۔ جیسے کسی غیبی طاقت نے قدم پکڑ لئے ہوں۔ بیشک من له المولى فله الكل ۔ جو مولیٰ کا ہو گیا ہر شے پر اس کی حکمرانی ہے۔ نماز ختم ہوئی ریل واپس لوٹی، گارڈ نے معذرت کی پھر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوئی۔

نماز کا یہ اہتمام کرنے والا کیسے گوارا کر سکتا تھا کہ اس کے مرید نماز سے غافل ہو جائیں۔ ایک مرید کی نماز قضا ہو گئی۔ جب وہ مجلس میں آیا تو منہ پھیر لیا اور بات تک نہ کی۔ اہل محبت کیلئے یہ معمولی بات نہیں کہ محبوب کے حکم کو نظر انداز کر کے کسی قسم کی تاخیر روا رکھی جائے۔ نماز ہو تو وقت پر ہو۔ محبت بیدار رہنی چاہیے۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

آج کل پیر و فقیر اور عاملوں و عاملوں کے پاس عورتوں کا ہجوم ایک عام سی بات ہے۔ جہاں دیکھئے منہ کھولے چلتی پھرتی اور بیٹھی باتیں کرتی نظر آئیں گی۔ حیا اُٹھ گئی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ مگر شہزادہ امام احمد رضا کی تقویٰ شعاری ملاحظہ کریں:

زنان خانے میں عورتیں زیارت کیلئے حاضر ہیں۔ انتظار ہو رہا ہے۔ جب آپ تشریف لائے تو چند عورتوں کے نقاب الٹے اور منہ کھلے ہوئے تھے، آپ نے فوراً اپنی آنکھیں بند کر لیں اور فرمایا: ''نقاب ڈالو، نقاب ڈالو۔'' سب نے نقابیں ڈال لیں۔ اللہ اللہ شریعت کی پاسداری ہو تو ایسی ہو! آج مسجد و معبد میں، خانقاہوں اور درگاہوں میں ہر جگہ غیر محرم کی جلوہ گری ہے۔ تعویذات لینے، قبروں کی زیارت کرنے غول کے غول چلے آتے ہیں۔ سب دیکھتے ہیں کوئی نہیں کہتا کہ نقاب ڈالو۔ احساس تک جاتا رہا۔ محرمات، معمولات بن کر رہ گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

● ـــــ سلام ہو اس کی آنکھ کی عصمت پر جس نے غیر محرم کو نہ دیکھا اور اپنی نگاہوں کو محفوظ رکھا۔

ایسی متبع شریعت اور متبع سنت، ایسی پاک باطن اور پاک نظر شخصیت ہی کو زیب دیتا ہے کہ وہ مسند افتاء پر جلوہ گر ہو۔ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں عم محترم مولانا حسن رضا خاں کے وصال کے بعد دارالعلوم منظر اسلام کا اہتمام شہزادہ کبیر مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کے سپرد ہوا اور شہزادہ صغیر مفتی اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں کو یہ خدمت تفویض کی گئی کہ ملک و بیرون ملک سے آنے والے سوالات کیلئے فتوؤں کی تیاری میں جب امام احمد رضا کو حوالے کیلئے کسی عبارت کی ضرورت ہو تو وہ کتاب نکال کر حوالے کی نشاندہی کریں اور امام احمد رضا کی خدمت میں پیش کر دیں۔ ہاں

☆اسی خدمت نے آپ کو مفتی بنایا۔

☆اسی خدمت نے آپ کو مفتی اعظم بنایا۔

☆اسی خدمت نے آپ کو امام احمد رضا کا دست راست بنایا اور

فتویٰ نویسی کی اجازت کی یہ تقریب ہوئی کہ ایک روز دارالافتاء میں فتویٰ لکھنا تھا۔ سب مفتی اپنی اپنی سوچ میں غلطاں تھے۔ آپ بھی ادھر نکل آئے اور بغیر کوئی کتاب دیکھے اسی وقت فتویٰ لکھ دیا۔ جب امام احمد رضا کو دکھایا گیا تو حرف بحرف صحیح نکلا۔ اس طرح آپ دارالافتاء کے مفتیوں پر سبقت لے گئے اور امام احمد رضا کی طرف سے فتویٰ لکھنے کی باقاعدہ اجازت مل گئی۔ ایک مہر تیار کرا دی گئی جس پر یہ عبارت کندہ تھی:

''ابوالبرکات محی الدین جیلانی، آل رحمٰن، عرف مصطفےٰ رضا''

یہ واقعہ ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء کا ہے جب کہ آپ کی عمر شریف صرف ۱۸ سال تھی۔

آپ دارالافتاء میں مولانا ظفرالدین بہاری علیہ الرحمہ، مولانا امجد علی اعظمی اور مولانا برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ کے رفیق رہے اور فتویٰ نویسی میں وہ کمال پیدا کیا کہ پھر آپ کی نگرانی میں بیسیوں علماء نے فتویٰ نویسی کی مشق کی اور مفتی بنے۔ آپ کے فتاویٰ

''فتاویٰ مصطفویہ'' کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

فتویٰ نویسی کے ساتھ ساتھ آپ نے درس و تدریس کی طرف بھی توجہ کی۔ دارالعلوم مظہر اسلام قائم کیا۔ جہاں ہندو بیرون ہند کے طلبہ علم دین حاصل کرتے تھے۔ آپ طلبہ پر بہت مہربان تھے۔ فارغ التحصیل طلبہ کی دعوت کرتے اور اچھے اچھے کھانے کھلاتے۔ امام احمد رضا بھی طلبہ پر بہت مہربان تھے۔ خوشی اور تہوار کے موقعوں پر طلبہ کو لذیذ کھانے پکوا کر کھلایا کرتے تھے۔

(۳)

ہمارے علمی اداروں میں یہ محبت و شفقت عنقا ہو گئی۔ اور انگریزی اداروں کی تو بات ہی نہ پوچھئے۔ یہاں طلبہ، اساتذہ کیلئے مال تجارت بن کر رہ گئے ہیں۔ پھر طلبہ میں جذبہ اطاعت و محبت بیدار ہو تو کیوں کر ہو۔ شفقت و محبت ختم ہو گئی۔ شفقت عنقا ہو جائے تو محبت بھی عنقا ہو جاتی ہے۔ ہم طلبہ سے محبت مانگتے ہیں۔ مگر محبت تو خود بخود دل سے پھوٹتی ہے۔ مانگنے سے نہیں ملتی۔

درس و تدریس کے علاوہ آپ نے تصنیف و تالیف کی طرف سے بھی توجہ کی اور بہت سے رسالے اور کتابیں شائع کیں، مذہبیات میں بھی اور سیاسیات میں بھی۔ امام احمد رضا کے ملفوظات چار حصوں میں مرتب کر کے مہجوروں کو امام احمد رضا کی محفل میں بٹھا دیا۔ فراق میں وصال کا لطف آ گیا۔ جو پڑھتا ہے مجلس رضا کا حظ اٹھاتا ہے اور عالم یہ ہوتا ہے:

ع کھنچی ہے سامنے تصویر یار، کیا کہنا !

سیاسیات سے متعلق مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور امام احمد رضا کے درمیان مراسلت کو ''الطاری الداری'' کے نام سے تین حصوں میں مرتب کر کے مورخین کیلئے ایک تاریخی دستاویز مہیا کر دی۔ جو پڑھتا ہے ماضی کو اس آئینے میں دیکھ دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔ اللہ اللہ! ہم سے پہلے میدان سیاست میں کیا کیا ہو چکا ہے۔

(۴)

شہزادہ امام احمد رضا کی زندگی سراپا حرکت تھی۔ وہ ہر جگہ متحرک نظر آتی ہے۔ ابتداء سے لے کر انتہا تک حرکت ہی حرکت ہے۔ جب:

☆ کفر و اسلام کو یکجا کیا جا رہا تھا،

☆ بھائی بھائی کا نعرہ لگایا جا رہا تھا،

☆ شعائر کفر کو اپنایا جا رہا تھا،

☆ اسلامی شعائر کو مٹایا جا رہا تھا،

☆ ایک نیا دین بنایا جا رہا تھا،

تو وہی تھا جو بے تابانہ آگے بڑھا۔ جس کو ملامت کی پرواہ نہ تھی۔ اس نے اسلام کی آبرو پر اپنی عزت و آبرو قربان کر دی اور سب کچھ لٹا کر اسلام کو بچا لیا۔ طوفانی ہواؤں میں اس نے اسلام کی شمع روشن رکھی۔ بجھانے والوں نے اپنی سی کوشش کی مگر اس نے تن من دھن کی بازی لگا دی اور بجھنے نہ دی۔ شاباش اے ہمت مردانہ! اور جب کفار و مشرکین نے مسلمانوں کو مرتد بنانا چاہا اور ان کو اپنے رنگ میں رنگنا چاہا۔ ان کی تہذیب و تمدن کو مٹانا چاہا تو وہی تھا جو سینہ سپر ہو کر میدان میں آیا۔ وہ ایمان و یقین کا پاسدار تھا ـــــ وہ تہذیب و ثقافت کا محافظ تھا ـــــ اس نے ملت کی کشتی کو ڈوبنے نہ دیا۔ اس نے اللہ کے رنگ کو مٹنے نہ دیا۔ وہ انگریزوں کا خیر خواہ نہ تھا۔ وہ مسلمانوں کا خیر خواہ تھا، وہ مسلمانوں کا غمخوار تھا۔

عالم جوانی میں چلنے والی تحریکوں میں وہ آگے آگے رہا۔ وہ بریلی میں قائم ہونے والی "جماعت رضائے مصطفٰے" اور "جماعت انصار الاسلام" کا سرگرم رکن رکین تھا۔ وہ جماعت جس نے مسلمانانِ عالم اور مسلمانانِ ہند کی خیر خواہی کیلئے وہ سب کچھ کیا جو وہ کر سکتی تھی۔ "جماعت انصار الاسلام" کے ایک جلسے کی قرارداد کے چند نکات ملاحظہ ہوں۔ یہ نکات شہزادہ امام احمد رضا کے برادر عم زاد مولانا حسنین رضا خاں (ناظم اعلیٰ جماعت

انصار الاسلام) نے شائع فرمائے۔اس سے اندازہ ہوگا کہ ان کی نظر میں کس قسم کی سیاست محمود تھی اور وہ مسلمانوں کیلئے کیسا درد رکھتے تھے۔ملاحظہ ہوں:

۱ حفاظت مقامات مقدسہ اور مظلومین ترک کی امداد واعانت

۲ اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے مسلمانوں کی حفاظت

۳ معاشرتی،تمدنی اور اقتصادی مفادات کی طرف مسلمانوں کی رہنمائی

۴ ترک وعرب اتحاد کیلئے کوشش وسعی

۵ خلاف شرع برطانوی قانون میں ترمیم کا مطالبہ

۶ مسلمانوں کو اسلامی بینک کھولنے کی ترغیب دینا

۷ تجارت بڑھانے کیلئے مسلمانوں کو شوق دلانا

۸ مسلمانوں کیلئے اسلامی خزانہ کے قیام اور بیت المال کیلئے کوشش کرنا[۱]

(۵)

الغرض شہزادہ امام احمد رضا نے اپنی زندگی مذہب وملت کیلئے وقف کر دی تھی۔ وہ ساری عمر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں مصروف رہے۔انہوں نے تبلیغ وارشاد کا حق ادا کر دیا۔ہاں اب وہ اپنے مولیٰ کے حضور حاضری کی تیاری میں مصروف نظر آرہے ہیں۔سن شریف ۹۱ برس ہو چکی ہے۔ضعف ونقاہت کا عالم ہے،مگر معمولات یومیہ میں فرق نہیں۔وہی عبادت وریاضت۔وہی خدمت خلق جو وقت آنا وہ تو آنا ہی ہے۔ہاں وہ وقت آگیا جس کے تصور سے دل کانپتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے:

؎ یوں نہ پردہ کرو خدا کے لئے
دیکھو دنیا تباہ ہوتی ہے

عزیز واقارب حاضر خدمت میں ہیں۔جان کنی کا عالم ہے۔اچانک ارشاد ہوتا

۱۔روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور شمارہ ۱۳/ مئی ۱۹۲۱ء

ہے: پڑھو پڑھو حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل پڑھو، سب پڑھو۔ ''بیشک اپنے بندوں کیلئے اللہ کافی ہے۔''

ہر جفا ہر ستم گوارا ہے
اتنا کہہ دو کہ تو ہمارا ہے

تمام حاضرین باآواز بلند حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل پڑھ رہے ہیں اور آپ بھی پڑھ رہے ہیں۔ پڑھتے پڑھتے اس کے حضور حاضر ہو گئے اور جانِ عزیز جاں آفریں کے سپرد کردی۔ اناللّٰہ و انا الیہ راجعون۔

دل تو جاتا ہے اس کے کوچے میں
جا مری جان، جا، خدا حافظ!

اہل محبت اور ارباب وفا کیلئے یہ گھڑی کتنی کٹھن تھی، کچھ نہ پوچھئے۔ ہاں:

زخم وہ دل پہ لگا ہے کہ دکھائے نہ بنے
اور چاہیں کہ چھپالیں تو چھپائے نہ بنے

۱۲ رنومبر ۱۹۸۱ء بروز جمعرات رات ایک بج کر چالیس منٹ پر وصال ہوا۔ ہر طرف صف ماتم بچھ گئی۔ خبر ملتے ہی آنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ جہاز، ریلیں، بسیں، کاریں جس کو دیکھو بریلی کی طرف رواں دواں ہے۔ ایک سیلاب امنڈ پڑا۔ دیکھتے ہی دیکھتے شہر بھر گیا۔ ہر طرف انسان ہی انسان۔ راستے بند، چہرے اداس۔ ۱۳ رنومبر ۱۹۸۱ء کو بعد نماز جمعہ اسلامیہ کالج، بریلی کے میدان میں نماز جنازہ ہونے والی ہے۔ گھر سے جلوس جنازہ چلا۔ تین چار میل تک جاں نثار ہی جاں نثار نظر آرہے ہیں۔ زیب سجادہ کچھوچھہ شریف شاہ مختار احمد اشرفی جیلانی فرائض امامت کیلئے موجود ہیں۔ نماز کیلئے صف بندی ہورہی ہے۔ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر ہے جو نماز کیلئے حاضر ہے۔ اشکبار آنکھوں کے ساتھ نماز جنازہ ہوئی۔ جلوس جنازہ واپس کوچہ جاناں کی طرف

چلا اور پھر اس جسم نازنیں کو والد ماجد امام احمد رضا کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا، ہاں:

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا
آمین!

ایک محتاط اندازے کے مطابق جلوس جنازہ میں دس لاکھ جاں نثار شریک تھے۔ جو ہندو بیرونِ ہند سے شرکت کیلئے آئے تھے۔ عالمی حکومتوں کے نمائندے اور سفراء بھی شریک جنازہ تھے۔ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کا تعزیتی پیغام لے کر سفیر پاکستان حاضر ہوئے اور ہندوستان کے سابق صدر فخر الدین علی احمد کی اہلیہ اہل خانہ کی تعزیت کیلئے حاضر ہوئیں۔

مسلمان تو مسلمان، غیر مسلموں نے بھی اس سوگ میں حصہ لیا اور سوگواروں کی ضیافت کی۔ بازاروں میں کڑھاؤ چڑھا دیئے اور صلائے عام دے دی۔ بے دریغ تواضع کی۔

۱۵ر نومبر ۱۹۸۱ء کو فاتحہ سوم ہوئی، جس پر اطراف و اکناف کے لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کی۔ ایک اندازے کے مطابق مجلس فاتحہ میں ایک لاکھ قرآن کریم کا ثواب ہدیہ کیا گیا۔[1]

۱۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور "اعلیٰ حضرت بریلوی نمبر" شمارہ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ/ جنوری ۱۹۸۳ء

حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں

از ما رمیدہ بہ لحد آ رمیدہ
خواب تو خوش کلفت یاراں نہ دیدہ

ان کے لئے آنکھیں روتی ہیں، ان کے لئے دل روتے ہیں، ان کے لئے زمین وآسمان روتے ہیں۔ بے شک عالم کی موت عالم کی موت ہے۔ پیچھے مڑکر دیکھتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ قیامت گزر گئی، ہاں

ے
دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز
پھر ترا وقت سفر یاد آیا

اللہ اللہ! کیسے کیسے اکابر علمائے اہل سنت اٹھ گئے، صد حیف!

ے
سب کہاں کچھ لالۂ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں
داغ فراق صحبتِ شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خاموش ہے

حضرت علامہ مولانا مفتی تقدس علی خاں علیہ الرحمہ یادگار سلف اور افتخار خلف تھے۔ وہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے خانوادہ عالیہ کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے پردادا مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ، امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے دادا تھے۔ رجب ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں آستانہ عالیہ رضویہ، بریلی میں ان کی ولادت ہوئی۔ شہرہ آفاق مدرسہ عالیہ رام پور اور دارالعلوم منظر اسلام، بریلی میں تعلیم حاصل کی اور وہیں سے انہوں نے درس نظامیہ سے فارغ ہوکر سند حاصل کی، ان کے اساتذہ میں:

● ——— امام احمد رضا خاں بریلوی [1]

ا۔م۔ ۲۵ رصفر المظفر ۱۳۴۰ھ/۲۸ ر اکتوبر ۱۹۲۱ء بمقام بریلی شریف

● ——— مولانا حامد رضا خاں بریلوی ۱؎

● ——— مولانا امجد علی اعظمی ——— اور ۲؎

● ——— مولانا حسنین رضا خاں بریلوی ۳؎

جیسے اکابر علماء شامل تھے۔ امام احمد رضا خاں بریلوی نے آپ کو شرح جامی کا خطبہ پڑھایا تھا۔ یہی خطبہ مناظر اسلام، محدث کبیر مولانا محمد سردار احمد علیہ الرحمہ نے آپ سے پڑھا اور بہت سے علماء نے بھی پڑھا۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد دارالعلوم منظر اسلام، بریلی میں مدرس ہوئے۔ اس دارالعلوم میں وہ نائب مہتمم اور مہتمم بھی رہے۔ اس کے علاوہ وہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد، دکن اور الہ آباد یونیورسٹی کے ممتحن بھی رہے۔ انہوں نے الہ آباد یونیورسٹی میں علوم شرقیہ کے امتحانات کا سلسلہ شروع کرایا۔ ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء میں وہ پاکستان تشریف لائے، کراچی رہے پھر ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء میں پیر جو گوٹھ (خیر پور، سندھ) چلے گئے، جہاں ۱۹۵۲ء ہی میں جامعہ راشدیہ کا افتتاح ہوا جس کے وہ پہلے شیخ الحدیث ہوئے اور تاحیات اس منصب پر فائز رہے۔ سندھ کے مشہور بزرگ پیر پگاڑا نے بھی آپ سے علمی استفادہ کیا۔ وہ آپ کو بڑی قدر و منزلت سے دیکھتے تھے۔ حضرت علامہ مولانا مفتی تقدس علی خاں علیہ الرحمہ نے ساٹھ سال تک تدریس کے فرائض انجام دیئے اور ایک عالم کو سیراب کیا۔ حق یہ ہے کہ جس نے اتنے طویل عرصے دین کی خدمت کی اس نے دنیا و آخرت میں سب کچھ کما لیا اور ایک ایسی کھیتی لگا دی جو ہمیشہ ہمیشہ ہری بھری رہے گی اور اس کے ثمرات سے لوگ مستفید ہوتے رہیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ!

حضرت علامہ علیہ الرحمہ کے تلامذہ میں:

● ——— مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی ——— ڈربن، جنوبی افریقہ ۴؎

۱۔ م ۔ ۱۷ رجمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء بمقام بریلی شریف

۲۔ م ۔ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء بمقام گھوسی ۳۔ ۵ رصفر المظفر ۱۴۰۲ھ/۱۳ رد سمبر ۱۹۸۱ء بمقام بریلی شریف

۴۔ بانی سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل، ماریشس

- مفتی رجب علی —— مفتی ریاست نان پارہ، بھارت
- مفتی اعجاز ولی خاں —— شیخ الحدیث، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
- مفتی محمد رحیم سکندری شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ سندھ، (مترجم کنزالایمان سندھی)

وغیرہ شامل ہیں۔ بکثرت تلامذہ پاک و ہند کے طول وعرض اور بیرونی ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔

حضرت علامہ مولانا تقدس علی خاں علیہ الرحمہ سلسلۂ قادریہ میں امام احمد رضا خاں بریلوی سے بیعت تھے لیکن چاروں سلسلوں میں اجازت وخلافت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ سے حاصل تھیں۔ حضرت علامہ علیہ الرحمہ، امام احمد رضا کے فرزند معنوی تھے تو ان کے فرزند اکبر حضرت حجۃ الاسلام کے فرزند نسبتی (داماد) بھی، خانوادہ امام احمد رضا سے یہ روحانی، علمی اور نسبی نسبتیں کچھ کم نہ تھیں۔

حضرت علامہ علیہ الرحمہ نے ملک میں چلنے والی مختلف تحریکوں میں حصہ لیا چنانچہ انہوں نے آل انڈیا سنی کانفرنس، مرادآباد، تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت، تحریک نظامِ مصطفےٰ وغیرہ میں بھر پور حصہ لیا اور ۱۶۔۱۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ہونے والی کل پاکستان سنی کانفرنس (منعقدہ ملتان) کے افتتاحی اجلاس کی صدارت کی۔ یہ کانفرنس اپنی نوعیت کی واحد کانفرنس تھی۔ پاکستان کی تاریخ میں جس کی مثال نہیں ملتی۔ اہل سنت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جس نے دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیا۔

حضرت علامہ علیہ الرحمہ کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کا درد تھا۔ وہ سچے عاشق رسول تھے۔ ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء میں انہوں نے ہندوستان سے پہلا حج کیا۔ پھر ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء میں پاکستان سے دوسرا حج کیا۔ اس کے بعد ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء میں تیسرا حج کیا اور ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء سے برابر بارہ سال تک رمضان المبارک میں عمرہ اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ آپ نے بغداد شریف،

کربلائے معلی، نجف اشرف وغیرہ کی بھی زیارت کی۔[1]

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی اولاد امجاد، خلفاء اور تلامذہ کا فقیر کے والد ماجد حضرت مفتی علامہ شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ شاہی امام وخطیب مسجد فتح پوری، دہلی[2] سے خاص تعلق اور انس تھا۔ اسی نسبت ومحبت کی وجہ سے حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں علیہ الرحمہ متعدد بار حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کی زیارت کے لئے دہلی تشریف لائے جیسا کہ وہ فقیر سے خود فرماتے تھے مگر فقیر ۱۹۷۳ء تک حضرت علامہ علیہ الرحمہ سے متعارف نہ تھا۔ البتہ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت علامہ شیخ الحدیث مفتی اعجاز ولی خاں علیہ الرحمہ سے ۱۹۵۳ء سے تعارف تھا۔ وہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں شیخ الحدیث تھے۔ ان سے داتا دربار میں ملاقات ہوتی تھی ــــــ اس زمانے میں فقیر حیدرآباد، سندھ میں مقیم تھا، لاہور آنا جانا رہتا تھا۔

حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں علیہ الرحمہ سے پہلی ملاقات کی تقریب یہ ہوئی کہ ۱۹۷۳ء کے لگ بھگ فقیر کو امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے آثار علمیہ پر مشتمل حضرت علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کی تالیف ''المجمل المعدد لتالیفات المجدد'' کی سخت ضرورت تھی۔ معلوم ہوا کہ ایک مطبوعہ پرانا نسخہ حضرت علامہ علیہ الرحمہ کے پاس ہے۔ فقیر نے خط لکھا چند روز کے بعد غریب خانے پر ایک سادہ لباس بزرگ تشریف لائے۔ ایک گھنٹے تک مکان تلاش کرتے رہے، پسینہ پسینہ ہوگئے، ان بزرگ نے جب اپنا تعارف کرایا تو معلوم ہوا کہ یہی بزرگ حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں تھے۔ فقیر نادم وشرمسار ہوا کہ حضرت علامہ کتاب لے کر خود غریب خانے پر تشریف لائے اور فقیر کو سرفراز فرمایا ــــــ یہ تھی ان کی بے مثال شفقت اور علم پروری۔

۱۔ یادگار رسلف، مجلہ امام رضا کانفرنس، کراچی، شمارہ ۱۹۹۸ء

۲۔ م۔ ۱۴، ۱۳ رشعبان المعظم ۱۳۸۶ھ / ۲۸ رنومبر ۱۹۶۶ء بمقام دہلی

حضرت علامہ علیہ الرحمہ سے یہ پہلی ملاقات تھی۔اس کے بعد ملاقاتیں ہوتی رہیں،حضرت علامہ نے ازراہِ کرم امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے چالیس پچاس مطبوعہ رسائل بھی مستعار عنایت فرمائے اور ایک قدیم مطبوعہ نسخہ ''دوامغ الحمیر'' کا بھی عطا فرمایا۔۔۔۔۔۔یہ نہایت اہم تاریخی اور سیاسی دستاویز ہے جس سے علمائے اہل سنت کی مساعی جمیلہ کی تفصیلات کا علم ہوتا ہے۔

حضرت علامہ علیہ الرحمہ نہایت بے نفس انسان تھے۔ایک مرتبہ بغداد شریف سے کراچی آئے،اخبار میں حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کے عرس شریف کی خبر پڑھی جو اسی روز منعقد ہو رہا تھا،آرام باغ کی جامع مسجد میں اچانک آپ آتے ہوئے نظر آئے، فقیر کے پاس آکر بیٹھ گئے۔عرض کیا:

''کہاں سے تشریف لا رہے ہیں!''

فرمایا:

''آج ہی آیا ہوں،اخبار میں عرس کی خبر پڑھی،حاضر ہو گیا۔''

اللہ اللہ! یہ حضرات کیسے بے نفس اور مخلص تھے۔۔۔۔۔۔دعوت کے تکلف سے بے نیاز۔

انتقال سے ایک دو سال قبل بیمار ہوئے،ہسپتال میں داخل تھے،ایک نہایت نازک اور خطرناک آپریشن ہونے والا تھا۔فقیر عیادت کے لئے حاضر ہوا تو بالکل مطمئن اور خوش باش جیسے زندگی ان کی زندگی نہ تھی زندگی دینے والے کی تھی۔۔۔۔۔۔اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہم زندگی مستعار کو اپنی سمجھ لیتے ہیں اسی لئے پریشان رہتے ہیں۔

حضرت علامہ کی طبیعت میں ظرافت تھی،ایک روز مدینہ پبلشنگ کمپنی،کراچی میں تشریف لائے۔فقیر بیٹھا ہوا تھا،حضرت علامہ گرمی کی وجہ سے پسینے میں نہا رہے تھے۔فقیر سے فرمانے لگے:

''ماء اللحم نکل رہا ہے۔''

ایک ملاقات میں فرمایا کہ پیر صاحب پگاڑا کے ساتھ مریدین کے ہاں دعوت کھانے نکلے۔ کھاتے کھاتے تھک گئے، اسی عالم میں جب ایک مرید کے ہاں کھانے پر بلایا گیا تو حضرت علامہ نے پیر صاحب سے معذرت کردی۔ پیر صاحب نے فرمایا:

''صرف چمچہ چلا کر آجایئے۔''

پیر صاحب پگارا ہر سال مریدین کو اپنا درشن کراتے ہیں، ایک مرتبہ درشن کا وقت آگیا اور پیر صاحب بغیر شیو بنائے جلدی میں درشن کے لئے آگئے ــــــ حضرت علامہ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے مریدین کو پہلے ہی سمجھا دیا کہ پیر صاحب آئیں تو داڑھی کی مبارک دینا ــــــ جوں ہی پیر صاحب سامنے آئے مریدین نے بیک زبان مبارک باد پیش کی، وہ حیران و پریشان ــــــ دریافت فرمایا:

''کس بات کی مبارک باد دی جارہی ہے۔''

حضرت علامہ نے فرمایا:

''حضرت آپ نے داڑھی رکھی ہے اس کی مبارک باد دی جارہی ہے۔''

اس طرح حکمت سے پیر صاحب کے چہرے کو داڑھی سے سجایا ــــــ حضرت علامہ بڑے مدبر اور متحمل مزاج تھے۔ ایک کرم فرما کی شادی میں تشریف لائے، فقیر بھی موجود تھا۔ اژدھام کی وجہ سے صاحب خانہ عاجز ہوگئے اور تین بجے سہ پہر تک کھانا پیش نہ کیا جاسکا مگر حضرت علامہ نے کچھ نہ فرمایا بلکہ مجلس علماء میں اپنی خوش طبعی سے سب کے دل خوش کرتے رہے۔

ایک علمی مجلس کے ایک بزرگ مجلس سے ناراض ہوگئے۔ حضرت علامہ نے بہت کوشش کی کہ معاملہ رفع دفع ہوجائے مگر وہ بزرگ راضی نہ ہوئے جس کا حضرت علامہ کو بڑا قلق تھا مگر ناگواری کا ایک لفظ بھی حضرت علامہ کی زبان سے نہ نکلا البتہ فقیر سے جب ذکر فرماتے بہت ہی افسوس کا اظہار فرماتے۔

فرماتے:

''آپ کوشش کریں، فقیر نے بھی پوری پوری کوشش کی مگر خدا کو منظور نہ تھا، کامیابی نہ ہوسکی۔''

ایک مرتبہ ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ایک رسالہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ پر بھی لکھا تھا جس کا عنوان تھا:

''اطائب التہانی فی مجدد الف ثانی'' (۱۳۶۵ھ) [1]

آپ کے فضائل وخصائل کیا بیان کئے جائیں آپ بلند پایہ مفسر، محدث اور فقیہ تھے۔ شہرت وناموری اور صلہ وستائش سے بے نیاز، خدمت دین میں سرشار، سادہ گفتار، سادہ لباس، شگفتہ مزاج، سراپا شفقت ورحم، غم دوست، محبت نواز، بے نفس وبے تکلف، سراپا اخلاص، مرنجاں مرنج، صاف دل وصاف گو ——— کن کن خوبیوں کا ذکر کیا جائے؟ ——— وہ صفات حسنہ کا ایک حسین گلدستہ تھے۔ ان کی صحبت میں بیٹھنے والا کبھی نہ اکتاتا، خوش رہتے اور خوش رکھتے، مصائب کو خندہ پیشانی سے سہنا کوئی ان سے سیکھے۔ ایسے عظیم انسان کا اٹھ جانا کوئی معمولی نہ تھا ان کی جدائی ہر دل کا داغ بن کر رہ گئی۔ ۲۲ر فروری ۱۹۸۸ء کو کراچی میں وصال فرمایا۔

ع اک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

انا للہ وانا الیہ راجعون! دنیائے سُنّیت میں صف ماتم بچھ گئی، آنکھیں اشکبار، دل فگار، نماز جنازہ جامع مسجد آرام باغ، کراچی میں حضرت علامہ مفتی وقار الدین صاحب مدظلہ العالی نے پڑھائی۔ پھر دوسرے دن ۲۳ر فروری کو پیر جو گوٹھ (خیرپور، سندھ) میں نماز جنازہ ہوئی۔ جہاں آپ نے اپنی زندگی کے آخری ۳۶ سال گزارے تھے۔ شہر میں سارا کاروبار اور دکانیں بند ہوگئیں۔ لوگ نماز جنازہ کے لئے امنڈ پڑے، نماز جنازہ حضرت علامہ مفتی محمد رحیم سکندری مدظلہ العالی نے پڑھائی اور

1۔ مختصر یادداشتیں محررہ ۱۲؍دسمبر ۱۹۸۸ء

جسد اطہر کو آخری آرام گاہ میں اُتار دیا گیا۔

؎ مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں علیہ الرحمہ کی وفات حسرت آیات پر علماء و مشائخ کے علاوہ وزیر اعظم پاکستان، وزراء اسمبلی کے ممبروں اور عمائدین نے تعزیتی بیانات جاری کئے۔ اخبارات میں خبریں شائع ہوئیں مثلاً اخبار جنگ، مشرق، نوائے وقت، امن، ڈان اور مارننگ نیوز وغیرہ۔

حضرت علامہ علیہ الرحمہ کی اہلیہ محترمہ تو پہلے ہی وصال فرما چکی تھیں، بہن بھائیوں میں صرف دو بہنیں سوگوار ہیں، اولاد میں کوئی نہیں، ہاں ان کے بے شمار تلامذہ ان کی معنوی اولاد ہیں۔ ساٹھ سال کے طویل عرصے میں جن کی آپ تربیت فرماتے رہے حضرت علامہ علیہ الرحمہ بادِ بہاری کی طرح آئے، کلیاں چٹکیں، پھول کھلے، پھر وہ چلے گئے۔

نہ پیوستم دریں بستان سرا دل
زبند این و آں آزادہ رفتم
چو بادِ صبح گردیدم دمے چند
گلاں را آب و رنگ دادہ رفتم ؂۱

ا۔ یادگارِ سلف، مجلہ امام احمد رضا کانفرنس، کراچی، شمارہ ۱۹۸۹ء

سید محمد محدث کچھوچھوی

سید محمد محدث کچھوچھوی (م۔ ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۱ء) امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے شاگرد رشید تھے، محبوب و محترم شاگرد کیونکہ خاندانِ سادات سے تھے اور سادات کا احترام خاندانِ رضویہ کی نشانی ہے۔

حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء میں جائس (رائے بریلی، بھارت) میں پیدا ہوئے۔ مولانا محمد عبدالباری فرنگی محلی (م۔ ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء) مفتی لطف اللہ علی گڑھی (م۔ ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) مولانا عبدالمقتدر بدایونی (م۔ ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۵ء) وغیرہ افاضل سے منقولات و معقولات کی تحصیل کی، اپنے حقیقی ماموں مولانا شاہ احمد اشرف اشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء) سے بیعت ہوئے اور تکمیل سلوک فرمائی، پانچ ہزار غیر مسلم آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے، چار پانچ حج کیے اور زیارات حرمین شریفین کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے، آپ کی تصانیف میں کئی کتب و رسائل ہیں۔ آپ نے امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی زندگی ہی میں ترجمہ قرآن کریم شروع کر دیا تھا، ترجمے کو دیکھ کر امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا:۔

"شہزادے اردو میں قرآن لکھ رہے ہو؟"

حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے مسلمانوں کی ملکی سیاست میں بھی حصہ لیا اور مسلمانانِ ہند کی رہنمائی کی۔ ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء میں بنارس میں منعقد ہونے والی عظیم الشان آل انڈیا سنی کانفرنس میں بالاتفاق صدر عمومی منتخب کیے گئے۔ ۱

۱۔ تفصیلات کے لئے مطالعہ کریں:

(ا) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد: تحریک آزادی اور السواد الاعظم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

(ب) محمد جلال الدین قادری: تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس (۱۹۲۵ء ـ ۱۹۴۷ء) مطبوعہ کھاریاں ۱۹۹۹ء

(ج) محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان، لاہور

جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی کے تاحیات صدر اعلیٰ رہے۔ ۱۷ رجب المرجب ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء کو لکھنؤ میں انتقال فرمایا اور کچھوچھہ شریف میں مدفون ہوئے، فرزند ثالث خطیب اہلسنّت سید محمد مدنی میاں دامت برکاتہم العالیہ آپ کے جانشین ہوئے۔[1]

راقم نے ۱۹۴۰ء اور ۱۹۵۳ء کے درمیان حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی کی کئی بار زیارت کی ہے۔ عوامی جلسوں میں، نجی محفلوں اور دعوتوں میں دہلی اور بہاولپور میں کئی بار زیارت ہوئی۔ حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے راقم کے والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ[2] (م۔ ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) سے دیرینہ مراسم تھے۔ حضرت ممدوح ہمارے ہاں مسجد فتح پوری، دہلی میں منعقد ہونے والی ۱۲ ربیع الاول شریف کی محفل عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی تشریف لاتے اور اسی ماہ مبارک میں فراش خانہ، دہلی کے باہر منعقد ہونے والی سہ روزہ محافل عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شرکت فرماتے۔ یہ محافل مبارک حکیم محمد تقی مرحوم اور حکیم مصباح الدین منعقد کیا کرتے تھے۔

جب کبھی دہلی تشریف لاتے، حضرت والد ماجد کے معتقد خاص حکیم معین الدین مرحوم اپنے ہاں مدعو کرتے۔ حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی اور برادرانِ گرامی کے ساتھ فقیر بھی شریک دعوت ہوتا۔ حکیم صاحب مرحوم سری بڑی لذیذ پکوایا کرتے تھے۔ لذت میں ان کا خلوص بھی شامل ہوتا جو لذت کو دوبالا کر دیتا——

حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ سے حضرت محدث کچھوچھوی کی مراسلت بھی تھی۔ ان کے مکاتیب گرامی سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ حضرت والد ماجد سے کیسی الفت ومحبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کے صاحبزادگان، خلفاء و تلامذہ

۱۔ محمود احمد قادری: تذکرہ علمائے اہل سنت فیصل آباد ۱۹۷۱ء، صفحہ ۲۳۰، ملخصاً

۲۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد: حیات مظہری، کراچی ۱۹۷۱ء

حضرت والد ماجد سے محبت و عقیدت رکھتے تھے اور تشریف لاتے تھے[۱] اور راقم کے بہنوئی[۲] پیر طریقت عاشق رسول حضرت قاری سید محمد حفیظ الرحمٰن علیہ الرحمہ سے خاص محبت تھی۔ ایک بار بہاولپور تشریف لائے ہوئے تھے۔ فقیر بھی وہاں شریک دعوت تھا۔ اس روز عیدگاہ میں حضرت محدث کچھوچھوی کی تقریر تھی جہاں اہلسنت کے علاوہ دوسرے حضرات بھی تھے۔ حضرت کی تقریر سن کر سب ہی دم بخود نظر آرہے تھے۔ حضرت کی تقریر کا نرالا انداز پھر کہیں نظر نہ آیا[۳] اس وقت حضرت محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ کا سراپا سامنے ہے۔ آیئے ماضی کے جھروکے سے ان کی زیارت کریں:

''حضرت محدث کچھوچھوی بڑی باوقار شخصیت کے مالک تھے۔''[۴]

خاندانی جاہ وجلال، بادشاہوں کی اولاد، مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے چشم و چراغ، بلندو بالا قامت، گول چہرہ، گندمی رنگ، کشادہ پیشانی، بڑی بڑی آنکھیں، بھرواں داڑھی، گرجدار آواز، خوش لباس، سر پر تاج نما کلاہ سمنانی، پیکر اقدس پر سنہری حاشیہ دار عبا اور قبا، ہاتھ میں عصائے دراز، زرنگار، مستانہ چال، جھوم کر چلتے ہوئے جب جلسہ گاہ میں تشریف لاتے تو معلوم ہوتا کہ شیر کچھار سے نکل رہا ہو۔ بھیڑ چھٹتی چلی جاتی اور وہ آگے بڑھتے چلے جاتے۔ آواز ایسی جیسے ہاتف غیبی عالم بالا سے بول رہا ہو، گفتگو کا ٹھہراؤ، تقریر کا رچاؤ، باتوں کی گھن گرج اور گونج، جیسے بادل گرج رہا ہو، جیسے بجلی کڑک رہی ہو، مینہ برس رہا ہو ـــــ دور سے دیکھئے تو رعب و دبدبے سے دیکھا نہ جائے، پاس بیٹھئے تو باتوں سے پھول جھڑتے دیکھئے۔ محبانِ رسول کے لئے شبنم کی ٹھنڈک، گستاخان رسول کے لئے نشتر کی چبھن ـــــ تقریر میں قرآنی اسرار و معارف

۱۔ حضرت محدث کچھوچھوی، چند یادیں، ماہنامہ آستانہ کراچی (محدث اعظم نمبر) جنوری ۱۹۹۶ء

۲۔ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف: عاشق رسول، بہاولپور (۱۹۹۶ء)

(ب) محمد یونس بازی مظہری: انوار مظہریہ (زیر تدوین) کراچی ۲۰۰۱ء

۳۔ ماہنامہ آستانہ، کراچی، شمارہ جنوری ۱۹۹۶ء

۴۔ ماہنامہ آستانہ، کراچی، شمارہ جنوری ۱۹۹۶ء

کا دریا بہاتے، لوگ سُن سُن کر حیران وششدر رہ جاتے۔ تقریر سے پہلے اپنے خاص انداز میں عربی خطبہ ارشاد فرماتے ٹھہر ٹھہر کر، آہستہ آہستہ۔ نعت منثور کا سماں بندھ جاتا، دل کھچنے لگتے۔ روح پر کیف و سرور کا عالم طاری ہو جاتا۔ پھر تلاوت فرماتے، تقریر فرماتے، دھیرے دھیرے آگے بڑھتے یہاں تک کہ تقریر سے علم و دانش کے فوارے پھوٹنے لگتے۔ ان کی تقریر میں بڑی گھن گرج تھی۔[1]

جب وہ تقریر کرتے محفل پر سناٹا چھا جاتا، کوئی باتیں کرتا نظر نہ آتا۔ کبھی رُلاتے کبھی ہنساتے، کبھی حیرت زدہ کر دیتے، سامعین کے دلوں کو تھامے رہتے۔[2]

سبھی ان کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہتے، گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہیبت طاری ہو جاتی۔ بلا شبہ سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ معنوی جلال و جمال کا حسین پیکر تھے۔ پھر ان جیسا نہ پایا، پھر ان جیسا نہ دیکھا۔

حضرت محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی طبیعت میں مزاح بھی تھا مگر اتنا جتنا آٹے میں نمک ——— فراش خانہ دہلی کے باہر ایک بار محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اسٹیج پر حضرت تشریف فرما تھے، قریب ہی فقیر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ عمر دس بارہ سال کی ہو گی ——— فضا اچانک نعروں سے گونجی، تھوڑی دیر کے بعد حضرت مولانا محمد عارف اللہ میرٹھی علیہ الرحمہ خراماں خراماں تشریف لاتے نظر آئے ——— وہ بڑے حسین وخوبصورت تھے۔ سفید چمکدار چہرہ اس پر سنہری عینک، سرخ کوٹ نما عبا، اس پر سنہرے بٹن، سر پر عمامہ ——— بڑے دل کش نظر آرہے تھے۔ ابھی وہ اسٹیج تک پہنچے ہی تھے، حضرت محدث کچھوچھوی نے فقیر کے کان میں فرمایا "دلہن آرہی ہیں" ——— واقعی حسن و جمال میں وہ دلہن ہی معلوم ہو رہے تھے۔ اللہ اکبر! کیسے کیسے نورانی پیکر آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔

۱۔ ماہنامہ آستانہ، کراچی، شمارہ جنوری ۱۹۹۶ء

۲۔ ایضاً

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں!
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں!

حضرت شاہ محمد عارف اللہ میرٹھی فقیر سے بہت محبت فرماتے تھے، ان کے والد ماجد مولانا محمد حبیب اللہ میرٹھی امام احمد رضا کے خلیفہ تھے، حضرت شاہ صاحب کے پاس امام احمد رضا بریلوی کے کئی مکاتیب گرامی محفوظ تھے، جو موصوف نے انتقال سے کئی سال قبل فقیر کو عنایت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مرقد پاک کو نور سے بھر دے۔ آمین!

حضرت محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے ذکر سے اکابرین کے نورانی چہرے ایک ایک کر کے نظروں کے سامنے آ گئے۔ اللہ اکبر! کیا زمانہ تھا کہ گزر گیا!——

فروغ شمع تو قائم رہے گا بروز حشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے[1]

آپ کے جانشین، خطیب اہلسنّت علامہ سید محمد مدنی میاں مدظلہ العالی ہیں جن کو دیکھا تو نہیں مگر وہ راقم سے غائبانہ محبت فرماتے ہیں، بن دیکھے کرم فرماتے ہیں شاید حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی خوبو ان میں ہو، مولائے کریم آپ کو سلامت با کرامت رکھے اور آپ کا فیض جاری و ساری رہے۔ آمین!

قرآن کریم کا "ترجمہ معارف القرآن" اسی صاحب جلال و جمال شخصیت کی حسین یادگار ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے اس ترجمے کا نمونہ ملاحظہ فرما کر فاضل مترجم کو داد دی تھی[2] اس ترجمے کا آغاز امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی وفات ۱۹۲۱ء سے قبل ہو چکا تھا اور اتمام جیسا کہ مطبوعہ "معارف القرآن" کے سرورق سے ظاہر ہے ۱۹۴۷ء میں ہوا، تقریباً اٹھائیس (۲۸) برس میں یہ ترجمہ مکمل ہوا۔ فاضل مترجم علیہ الرحمہ، امام احمد رضا محدث علیہ الرحمہ کے محبوب شاگرد تھے، صحبت

۱۔ ماہنامہ آستانہ، کراچی (محدث اعظم نمبر) شمارہ جنوری ۱۹۹۶ء
۲۔ محمود احمد قادری: تذکرہ علمائے اہل سنت، ص ۲۳۵

سے سرفراز ہوئے تھے علمی فیض پایا تھا، وہی فیض اس ترجمے میں قدم قدم پر جھلک رہا ہے پھر فاضل مترجم کے اجداد کے فیض وکرم نے اور خود مترجم کی ذہانت وفطانت اور بصیرت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ "معارف القرآن" ان تراجم میں بعض حیثیات سے نہایت ممتاز ہے جو براہِ راست قرآن حکیم سے کئے گئے ہیں —— ترجمہ خود بول رہا ہے کہ میں ترجموں کا ترجمہ نہیں، میں قرآن حکیم کا ترجمہ ہوں۔ بلاشبہ "معارف القرآن" بہت سی خوبیوں سے مالامال ہے۔[1]

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم "معارف القرآن" مطبوعہ لاہور ۲۰۰۰ء

ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ

علامہ محمد ظفر الدین رضوی (م۔۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) پاک و ہند کے ممتاز علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ "حیات اعلیٰ حضرت" کے مؤلف مولانا ظفر الدین بہاری ہندوستان کے مشہور و معروف دانشور ڈاکٹر مختار الدین آرزو (سابق صدر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے والد ماجد اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے شاگرد و خلیفہ تھے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنے ایک مکتوب (محررہ ۵ رشعبان ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء) بنام خلیفہ تاج الدین میں مولانا ظفر الدین کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "مکرمی مولانا ظفر الدین صاحب قادری سلمہٗ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں اور بجاں عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ منظر اسلام میں مدرس ہیں اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں۔" (حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۲۴)

آپ کا سلسلہ نسب متعدد واسطوں سے محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ تک پہنچتا ہے ـــــ آپ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۰ء کو موضع رسول پور میجر، (ضلع پٹنہ، بھارت) میں پیدا ہوئے۔ شوال ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۶ء میں مدرسہ حنفیہ غوثیہ (موضع بین، پٹنہ) میں داخل ہوئے اور متوسطات تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم حنفیہ (بخشی محلہ، پٹنہ) میں چلے گئے، یہاں استاذ العلماء مولانا لطف اللہ علی گڑھی (م۔۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) کے شاگرد اور شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی (م۔۱۳۱۳ھ/۱۸۱۹ء) کے خلیفہ شیخ المحدثین علامہ وصی احمد محدث سورتی (م۔۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) صدر مدرس تھے۔ فاضل رضوی یہاں ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء تک تعلیم حاصل کرتے رہے پھر ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء میں کانپور جا کر مولانا احمد حسن کانپوری (م۔۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء) سے

علوم وفنون کی امہات الکتب کا درس لیا، ان کے علاوہ دوسرے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ کانپور سے پھر علامہ وصی احمد محدث سورتی کی خدمت میں پیلی بھیت حاضر ہوئے جو پہلے ہی یہاں تشریف لا چکے تھے۔ یہاں فاضل رضوی ان کے درس حدیث میں شریک رہے اور حدیث پاک کی سماعت وقراءت کی۔

۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء میں فاضل رضوی بریلی میں امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی (م۔۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کچھ عرصے مدرسہ مصباح التہذیب، بریلی میں پڑھتے رہے اور دارالافتاء رضویہ میں مشق افتاء کرتے رہے۔ پھر جب ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں دارالعلوم منظر اسلام، بریلی قائم ہوا تو فاضل رضوی اس کے پہلے طالب علم ہوئے اور فاضل بریلوی سے بخاری شریف اور مسلم شریف از اول تا آخر پڑھیں۔ اس کے علاوہ اقلیدس کے چھ مقالے، تصریح تشریح الافلاک، شرح چغمینی (مکمل)، علم توقیت، علم جفر، علم تکسیر وغیرہ کی بھی تحصیل کی۔ اور تصوف میں "عوارف المعارف" اور "رسالہ قشیریہ" بھی پڑھا ـــــــ فاضل رضوی کو علم توقیت میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی (م۔۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) بھی اس کے معترف تھے۔ فن حدیث میں ان کی مہارت پر کتاب "جامع الرضوی" شاہد عادل ہے ـــــــ وہ ممتاز معلم ومقرر اور محقق ومصنف تھے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے محبوب شاگرد اور محبوب معین ومددگار تھے۔ لائق اور قابل استادوں سے پڑھا!

فاضل رضوی ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں دارالعلوم منظر اسلام، بریلی سے فارغ ہوئے اور دستار فضیلت حاصل کی ـــــــ وہ فتویٰ نویسی میں فاضل بریلوی کے معین بھی رہے۔ سلسلہ قادریہ میں فاضل بریلوی سے محرم الحرام ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت حاصل کی۔

سند فراغت حاصل کرنے کے بعد فاضل رضوی مختلف مدرسوں میں بحیثیت

ا۔ مکتوب بنام مدیر سہ ماہی الکوثر، سہسرام (بھارت)

مدرس اور صدر مدرس پڑھاتے رہے۔وہ سب سے پہلے دارالعلوم منظر اسلام، بریلی میں مدرس ہوئے۔پھر فاضل بریلوی کے ایماء پر جامع مسجد شملہ (بھارت) میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے——۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں الغربا آرہ چلے گئے، سال بھر بعد مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ میں استاذ تفسیر و حدیث مقرر ہوئے۔۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء کے اواخر میں خانقاہ کبیرہ (سہسرام) میں بحیثیت صدر مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۱ء میں جب مدرسہ شمس الہدیٰ حکومت کے زیر اثر آیا تو فاضل رضوی یہاں بلائے گئے——۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء میں سہسرام میں منتقل ہو کر مدرسہ شمس الہدیٰ میں آ گئے اور فنون کی اعلیٰ کتابوں کی درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔حدیث، فقہ اور ہیاۃ میں ان کا درس دور و نزدیک مشہور ہوا۔۱۳۶۸ھ/۱۹۲۸ء میں وہ مدرسہ شمس الہدیٰ کے پرنسپل ہو گئے اور ۱۹/اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ریٹائر ہو گئے۔

مختلف مدارس عالیہ میں خدمات، اور ان کی زندگی دور جدید کے استادوں اور محققوں کے لیے نمونہ ہے۔علم ہیاۃ اور علم توقیت میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے بعد وہی مرجع بنے۔[1]

۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء سے ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء تک فاضل رضوی، ظفر منزل شاہ گنج، پٹنہ میں مقیم رہے۔۲۹ر شوال ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء کو کٹیہار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کے صدر مدرس ہوئے۔۱۳۸۹ھ/۱۹۶۰ء میں علالت کی وجہ سے واپس ظفر منزل، پٹنہ آ گئے ——۱۹ر جمادی الآخر ۱۳۸۲ھ بمطابق ۱۸ر نومبر ۱۹۶۲ء کو شب دوشنبہ انتقال فرمایا ——"فاضل بہار" آپ کا مادہ تاریخ وفات ہے——مزار مبارک محلہ شاہ گنج، پٹنہ (بھارت) میں ہے۔نرینہ اولاد میں اس وقت پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو یادگار ہیں جو بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں۔عرصہ دراز تک مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں صدر شعبہ عربی اور ڈین رہے۔آج کل جامعہ اردو، علی گڑھ میں نائب شیخ الجامعہ ہیں۔

[1] مکتوب بنام مدیر سہ ماہی الکوثر، سہسرام (بھارت)

فاضل رضوی کی تصانیف کی تعداد ۷۰ سے زیادہ ہے۔ صحیح البہاری ان کی تصانیف میں خاص امتیاز رکھتی ہے۔ جس کی دوسری مطبوعہ جلدوں میں طہارت اور صلوٰۃ سے متعلق تقریباً دس ہزار احادیث جمع کی گئی ہیں ——— "حیات اعلیٰ حضرت" بھی ان کی ممتاز تصانیف میں ہے۔ جس کی پہلی جلد عرصہ ہوا شائع ہو چکی ہے۔ دوسری و تیسری جلدیں (جو ڈاکٹر مختار الدین آرزو کے پاس محفوظ ہیں) سنا ہے کہ ہندوستان سے شائع ہونے والی ہیں۔ اس کتاب کو اگر جدید سوانحی اصول کے تحت مدوّن کیا جائے تو اس کی اہمیت دوچند ہو جائے گی۔[1] چند ایک کتب یہ ہیں:۔

۱ المجمل المعدد لتالیفات المجدد (۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء)

۲ الجواہر الیواقیت (۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء)

۳ موذن الاوقات (۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء)

۴ اعلام الاعلام باحوال عرب قبل الاسلام (۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء)

۵ نہایۃ المنتہی شرح ہدایۃ المبتدی (۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء)

۶ الافادات الرضویہ (۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء)

۷ صحیح البہاری (۱۳۴۵ھ/۱۹۲۵ء)

۸ تسہیل الوصول الی علم الاصول (۱۳۴۸ھ/۱۹۳۰ء)

۹ نافع البشر فی فتاویٰ الظفر (۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء)

۱۰ الانوار اللامعہ من الشمس البازغہ (۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء)

۱۱ الفوائد التامہ فی اجوبۃ الامور العامہ (۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء)

۱۲ تحفۃ العظما فی فضل العلماء (۱۳۶۵ھ/۱۹۳۶ء)

۱۳ حیات اعلیٰ حضرت (مظہر المناقب) ۱۹۳۸ء ——— چار مجلدات

---

[1] مکتوب بنام مدیر سہ ماہی الکوثر، سہسرام (بھارت)

۱۴ زیج الایائی (۱۳۵۴ھ/۱۹۳۶ء)

۱۵ دلچسپ مکالمہ (۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء)

۱۶ نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال ثواب (۱۳۵۵ھ/۱۹۳۷ء)

۱۷ تنویر السراج فی بیان المعراج (۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء)

۱۸ سد الفرار المہاجری بہار (۱۳۶۶ھ/۱۹۴۶ء) لے

مآخذ و مراجع

۱۔ حسن رضا اعظمی، ڈاکٹر: فقیہ الاسلام، مطبوعہ پٹنہ ۱۹۸۱ء ص ۲۳۸۔۲۴۳

۲۔ عبدالمجتبیٰ رضوی، مولانا: تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، مطبوعہ بنارس ۱۹۹۰ء ص ۳۶۱

۳۔ محمد ظفرالدین بہاری، علامہ: حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، مطبوعہ کراچی ص ۲۲۴

۴۔ محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علمائے اہلسنت، مطبوعہ کانپور ۱۹۷۱ء، ص ۱۱۳، ۱۱۹

۵۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ سیالکوٹ، ص ۹۳

۶۔ مجلہ معارف رضا، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۹ء، ص ۲۲۷۔۲۳۳

لے محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: آئینہ رضویات، جلد دوم (مرتبہ محمد عبدالستار طاہر) مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء

عبدالباقی مفتی محمد برہان الحق جبل پوری

جدامجد:

مولانا شاہ محمد عبدالکریم حیدرآبادی، متوفی ۱۶ر رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء

والد ماجد:

مولانا شاہ محمد عبدالسلام جبل پوری، متوفی ۱۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء

ولادت:

۲۱ر ربیع الاول ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء بمقام جبل پور (مدھیا پردیش، بھارت)

ابتدائی تعلیم:

مدرسہ برہانیہ، جبل پور میں قاری عم محترم قاری بشیرالدین سے پڑھی، منقولات ومعقولات کی تحصیل والد ماجد مولانا شاہ عبدالسلام سے فرمائی۔

امام احمد رضا سے پہلی ملاقات:

ربیع الاول ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں امام احمد رضا سے پہلی بار بمبئی میں شرف نیاز حاصل کیا۔

بریلی شریف حاضری:

شوال ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء میں بریلی حاضر ہوئے، دارالافتاء میں امام احمد رضا کے ارشادات قلمبند کیے، دارالعلوم منظر اسلام میں مولانا ظہور حسین مجددی کے درس میں شریک ہوئے، آپ کے ہم درس رفقاء میں مولانا مفتی مصطفےٰ رضا خاں اور مولانا امجد علی اعظمی قابل ذکر ہیں، کم وبیش تین سال امام احمد رضا کی خدمت میں رہے۔

تحصیل علم توقیت:

۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء میں جب امام احمد رضا جبل پور تشریف لائے تو وہاں ان سے علم توقیت کی تحصیل کی، امام احمد رضا نے اس فن میں آپ کے لئے ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔

دستار فضیلت وسند اجازت وخلافت:

۲۶ رجمادی الآخر ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء کو جبل پور ہی میں امام احمد رضا نے ۴۵ علوم وفنون اور گیارہ سلسلوں میں اجازت وخلافت سے نواز کر دستار بندی فرمائی اور سند عطا فرمائی۔

تحریک ترک موالات:

۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء میں کانگرس اور خلافت کمیٹی کے اجلاس منعقدہ بریلی میں تشریف لے گئے، ابوالکلام آزاد سے دوٹوک باتیں کیں۔

تحریک پاکستان:

۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد ملک کے طول وعرض میں دورے کئے، سرحد، پنجاب، سندھ میں تقریریں کیں اور پاکستان کے لئے سخت جدوجہد کی، قائداعظم محمد علی جناح نے آپ کی کوششوں کو سراہا اور شکریہ کا خط تحریر فرمایا۔

دولت کدہ:

جبل پور مدھیہ پردیش، بھارت میں آپ کی ولادت ہوئی، بحمداللہ تعالیٰ حیات ہیں اور جبل پور ہی میں قیام ہے۔ عمر شریف ۹۰ برس سے متجاوز ہے، تبلیغ وارشاد فتویٰ نویسی اور طبابت وغیرہ آپ کے مشاغل علمیہ وروحانیہ ہیں۔[1]

تصانیف:

تصانیف میں مندرجہ ذیل کتب راقم کے علم میں ہیں:

۱۔ جب یہ سوانحی مقالہ لکھا گیا اب حیات تھے ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء میں وصال فرمایا۔

۱ اجلال الیقین بتقدیس سید المرسلین (۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء) مطبوعہ کلکتہ
۲ سیۃ الصلوٰت عن جیل البدعات (۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء) مطبوعہ الہ آباد
۳ البرہان الاجلی فی تقبیل اماکن الصلحاء (غیر مطبوعہ)
۴ الاھلال لشھادات رویۃ الہلال (مطبوعہ)
۵ روح الورد وھا لتح علی سوالات ھردا (مطبوعہ)

اولاد:

مندرجہ ذیل صاحب زادگان اور صاحب زادیاں راقم کے علم میں ہیں:

۱ مولانا انوار احمد، کراچی
۲ حکیم مولوی محمود احمد (جبل پور)
۳ ڈاکٹر مولوی حامد احمد (جبل پور)
۴ عالیہ صدیقہ (زوجہ مولانا حاجی صوفی عبدالودود صاحب)
۵ جوہرۃ النیرہ (زوجہ جناب محمد فاروق شریف)

●

برہان ملت حضرت علامہ مفتی محمد برہان الحق قادری رضوی سلامی، جبل پوری علیہ الرحمہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء کو جبل پور (مدھیہ پردیش، بھارت) میں پیدا ہوئے اور ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء کو جبل پور ہی میں وصال فرمایا —— آپ نے اپنی ۹۵ سالہ طویل زندگی اسلام اور ملت اسلامیہ کی خدمت میں گزاری۔ آپ کے جدامجد حضرت مولانا عبدالکریم حیدرآبادی علیہ الرحمہ امام احمد رضا کے محبین و مخلصین میں تھے —— والد ماجد حضرت عبدالاسلام مولانا عبدالسلام قادری رضوی جبل پوری علیہ الرحمہ امام احمد رضا کے اجلہ خلفاء میں تھے —— آپ کے بھائی مولانا قاری بشیر الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ بھی امام احمد رضا کے خلفاء میں تھے —— اور خود حضرت مولانا عبدالباقی مفتی محمد برہان الحق قادری رضوی علیہ الرحمہ، امام احمد رضا کے تلمیذ رشید تھے۔

آپ ہی سے بیعت تھے اور آپ ہی سے خلافت واجازت حاصل تھی ــــــ غالباً یہ امتیاز صرف آپ کے خاندان کو حاصل ہے کہ آپ کے خاندان کی تین جلیل القدر شخصیات کو امام احمد رضا سے خلافت حاصل تھی اور آپ کے خاندان کو یہ امتیاز بھی حاصل ہوا کہ امام احمد رضا کے خاندان کے باہر آپ کے پہلے خلیفہ حضرت عبدالاسلام مولانا عبدالسلام قادری رضوی ہوئے اور حضرت مفتی محمد برہان الحق قادری رضوی آخری خلیفہ ہوئے ــــــ جبکہ خاندان کے اندر یہ امتیاز صرف حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں قادری رضوی کو حاصل ہوا کہ وہ پہلے خلیفہ ہوئے اور حضرت مفتی اعظم محمد مصطفےٰ رضا خاں آپ کے آخری خلیفہ ہوئے ــــــ امام احمد رضا نے مفتی محمد برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ کو ۲۵ علوم وفنون اور گیارہ سلاسل طریقت میں اجازت وخلافت عطا فرمائی ــــــ حضرت برہان ملت چار سال تک امام احمد رضا کی صحبت میں رہے اور آپ کے رنگ میں رنگ گئے ــــــ آپ کے والد ماجد علیہ الرحمہ سے امام احمد رضا کو جو قلبی اور روحانی تعلق تھا، اس کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل القاب سے ہوتا ہے، جو امام احمد رضا نے ان کے نام اپنے مکاتیب گرامی میں تحریر فرمائے:

(۱)

بگرامی ملاحظہ مولانا المکرم المبجل المفخم ذی المجد والکرم والفضل الاتم احسن الیشم حامی السنن ماحی الفتن مولانا مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب قادری برکاتی دامت برکاتہم (۲۷/جمادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ)

(۲)

بملاحظہ گرامی جناب مولانا المبجل المکرم المعظم المفخم حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ ذی الفضائل القدسیہ والفواضل الانسیہ قامع الرذائل

الانسیہ جناب مولانا مولوی محمدعبدالسلام صاحب قادری برکاتی دامت برکاتہم (۴؍جمادی الآخرہ ۱۳۳۳ھ)

(۳)

بگرامی ملاحظہ صاحب الفواضل القدسیہ والفضائل الانسیہ حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ مولانا مولوی حافظ محمدعبدالسلام دامت فضائلہم

(۲۳؍رجب المرجب ۱۳۳۳ھ)

(۴)

بشرف ملاحظہ مولانا المبجل المکرم ذی المجد والفضل والکرم حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ جامع الفضائل القدسیہ قامع الرذائل الانسیہ عضدی وانسی وبہجۃ نفسی جناب مولانامولوی محمد عبدالسلام صاحب ادام اللّٰہ تعالٰی برکاتہم واعلٰی فی الدارین درجاتہم امین! (۱۴؍ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ)

(۵)

مولانامولوی حافظ شاہ محمدعبدالسلام صاحب دامت معالیہ وبرکات ایّامہ ولیالیہ آمین، بملاحظہ عالیہ کامل النصاب جناب مستطاب حامی السنن ماحی الفتن زین الزمن عیدالاسلام عبدالسلام!

(۱۳؍ربیع الاول ۱۳۳۸ھ)



بگرامی ملاحظہ مولاناالمکرم المبجل المفخم ذی

المجدالاتم والکرم الاعم وحسن الشیم والعلم حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ عیدالاسلام مولانا مولوی محمدعبدالسلام صاحب ادام اللّٰہ تعالٰی معالیہ و بارک ایامہ ولیالیہ واوصلہ من کل شرف عوالیہ وحفظ اولاد واحبابہ وموالیہ، امین! (۲۰؍ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ)

۷

عیدالاسلام حضرت مولانامولوی محمدعبدالسلام صاحب سلمہ السلام بالعزوالاکرام بہ سامی ملاحظہ مولاناالمکرم ذی المجدوالکرم حامی السنن السنیہ، ماحی فتن الدنیہ السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

(۱۴؍جمادی الاول ۱۳۳۹ھ)

۸

بگرامی ملاحظہ مولاناالمکرم ذی المجدوالکرم حامی سنت ماحی بدعت جناب مولانا مولوی شاہ عبدالسلام صاحب عیدالسلام دامت برکاتہم

(۱۹؍جمادی الاول ۱۳۳۹ھ)

بنام حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ

۱

نورحدقہ افضال، نورحدیقہ کمال، عزیزبجان، سعادت نشان، مولوی محمدعبدالباقی برہان الحق نورہ اللّٰہ تبجلیات النورالمطلق (۱۰؍ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ)

(۲)

ولدی الاعز، راحۃ روحی وبہجۃ قلبی، جعلہ اللّٰہ تعالٰی
حق سبحانہ برھان الحق المبین، آمین!

(یکم شعبان ۱۳۳۷ھ)

(۳)

نورعینی ودرۃ زینی جعل کاسمہ، برھان الحق

(۱۰ رشوال ۱۳۳۷ھ)

راقم نے آپ کا نام ہی سنا تھا، غائبانہ تعارف تھا۔ نہ ملاقات تھی اور نہ مراسلت ——— تقریباً ۱۹۷۹ء میں مراسلت کا آغاز ہوا، راقم کی درخواست پر امام احمد رضا کے حوالے سے حضرت برہان ملت نے اپنی یادداشتیں قلم بند کر کے ارسال فرمائیں اور بعض قلمی نوادرات کے عکس بھی ارسال فرمائے ——— یہ سارا علمی و تاریخی مواد ''اکرام امام احمد رضا'' کے عنوان سے راقم نے مرتب کیا ——— جو ۱۹۸۱ء میں مرکزی مجلس رضا، لاہور نے شائع کر دیا۔ ''اکرام امام احمد رضا'' حضرت برہان ملت کے فرزند اکبر حضرت مولانا انوار احمد قادری رضوی سلامی اور فرزند نسبتی حضرت مولانا عبدالودود قادری رضوی سلامی علیہ الرحمہ سے تعارف کا وسیلہ بن گئی ——— ''اکرم امام احمد رضا'' حضرت برہان ملت کے ملاحظہ سے گزری، آپ نے پسند فرمایا اور راقم کو دعاؤں سے نوازا ——— پھر ۱۹۸۳ء میں جب پاکستان تشریف لائے تو کراچی میں ملاقات کی سعادت حاصل کی، آپ کے چہرے پر علمائے حق کا نور نکھار دیکھا ——— آپ کے طفیل آپ کے فرزندان گرامی ڈاکٹر محمود احمد قادری رضوی سلامی، ڈاکٹر محمد حامد احمد قادری رضوی سلامی سے تعارف حاصل ہوا۔

●

امام احمد رضا چودھویں صدی ہجری کے آسمان علم ودانش کے ماہتاب عالم تاب

تھے، آپ کے خلفاء وتلامذہ اسی آسمان کی کہکشاں ہیں ——— ہمارے دانشوروں نے نہ ماہتاب کو جانا اور نہ کہکشاں کو پہچانا ——— امام احمد رضا اور علماء اہل سنت وجماعت پر تحقیق کی شدید ضرورت ہے ——— ان حضرات نے ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑا ہے۔ اس علمی ذخیرے کو منظم ومربوط طریقے سے منظر عام پر لانے کی ضرورت ہے۔ کچھ نہیں کر سکتے تو اتنا تو کم از کم کر سکتے ہیں کہ اپنی تاریخ کے بکھرے ہوئے اوراق کو یکجا کردیں ——— ہماری تاریخ قدیم اخبارات ورسائل اور مخطوطات ومطبوعات میں محفوظ ہے ——— اس کو عالم آشکار کریں اور اقبال کی اس نصیحت پر عمل کریں

ع ضبط کن تاریخ را پائندہ شو

اگر ہمیں زندہ وپائندہ رہنا ہے تو تاریخ کو محفوظ کرنا ہوگا ——— قومی زندگی میں تاریخ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، ہم تاریخ کی روشنی میں قدم آگے بڑھا سکتے ہیں، ورنہ ایک قدم بھی چلنا مشکل ہے ——— افسوس! کہ ہم کو ابھی تک اس حقیقت کو کما حقہ احساس نہیں ہوا ——— جس کو کھونے کا احساس ہو جائے وہ پاتا چلا جاتا ہے۔ اور جس کو کھونے کا احساس نہ ہو وہ کھوتا چلا جاتا ہے۔

●

عالمی جامعات کے محققین اور دانشوروں نے بھی ابھی تک علماء مشائخ اہل سنت کی طرف پوری توجہ نہیں دی اس لئے ان کو ان حضرات کی اصل قدرومنزلت کا اندازہ نہیں۔ ان حضرات کا پوری قوم پر عظیم احسان ہے، انہیں برگزیدہ شخصیات میں حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ کی ذات گرامی نہایت ممتاز ہے، کم از کم جبل پور یونیورسٹی میں موصوف پر تحقیق ہونی چاہیے تاکہ آپ کی حیات اور عہد کے وہ منتشر اوراق یکجا ہو جائیں جو شاید مستقبل میں معدوم ہو جائیں اور ہم ایک قیمتی خزانے سے محروم ہو جائیں۔

حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ جلیل القدر عالم وعارف تھے، وہ مدھیہ پردیش،

بھارت کے مفتی اعظم بھی تھے اور قائد ملت بھی ـــــ شاعری کا ذوق بھی رکھتے تھے، مگر شاعری ان کے بلند مقام سے فروتر تھی، انہوں نے نعت گوئی سے اس کو بلند سے بلند تر کر دیا ہے ـــــ وہ شعر جب ہی کہتے تھے، جب دل تقاضا کرتا تھا، جب جذبہ آواز دیتا تھا، جب روح پکارتی تھی ـــــ اس لئے ان کے ہاں آمد ہی آمد محسوس ہوتی ہے ـــــ تاریخ زبان و ادب اردو میں علماء مشائخ کو بہت کم جگہ دی گئی ہے ـــــ ان حضرات کے لئے یہی سمجھا گیا کہ شعروادب سے ان کو کیا علاقہ؟ حالانکہ جذبے کی صداقت انہیں کے ہاں ملے گی ـــــ ان حضرات کے شعری اور نثری ادب میں ایسے اشعار آبدار اور نثر پارے مل جاتے ہیں جس کو پڑھ کر اہل فن حیران رہ جاتے ہیں۔

حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ نے ۱۹۱۹ء میں نوعمری کے زمانے سے ہی شعر گوئی کی ابتداء کی۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شعر گوئی کی طرف ان کا فطری میلان تھا ـــــ وہ مسلسل شعر کہتے رہے، شاید یہ سارا ذخیرہ محفوظ نہ رکھا جا سکا ـــــ ۱۳۳۷ھ تک انہوں نے جو اشعار کہے وہ امام احمد رضا کی نظر سے گزرے اور آپ نے ان کو پسند بھی فرمایا ـــــ اس کے بعد آپ کے صاحبزادے مفتی اعظم ہند محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کی نظر سے گزرے ـــــ حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ نے ۱۴۰۴ھ تک جو نعتیں کہیں وہ صاحبزادہ ڈاکٹر محمود احمد قادر رضوی سلامی کی فرمائش پر مولانا محمد رمضان عبدالعزیز قادری رضوی برہانی نے جمع کیں۔ پھر صاحبزادہ موصوف نے ان کو مرتب کر کے کتابی شکل دی، یہ مجموعہ "جذبات برہان" کے نام سے آپ کے سامنے ہے[1]

ا۔ تقدیم "جذبات برہان" مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء

صدر الشریعۃ مولانا امجد علی اعظمی

مولانا امجد علی اعظمی، مشاہیر اہل سنت میں سے ہیں۔ آپ گھوسی، ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے، متبحر عالم و مفتی اور حکیم تھے۔

اساتذہ:

☆ مولوی ہدایت اللہ خاں جونپوری

☆ مولانا وصی احمد محدث سورتی (م۔ ۸ر جمادی الاخر ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء) اور

☆ حکیم عبدالولی لکھنوی آپ کے اساتذہ رہے۔

۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء میں سند حدیث حاصل کی۔

تدریس و فتاویٰ:

☆ دار العلوم منظر اسلام، بریلی میں مدرس اور دار الافتاء میں مفتی بھی رہے،

☆ دار العلوم معینیہ، اجمیر شریف میں کچھ عرصہ درس دیا، اور بڑا نام پیدا کیا۔

نواب حبیب الرحمٰن خاں شیروانی مولانا کی تدریسی مہارت کے معترف تھے۔

انتقال پُر ملال:

۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء کو بمبئی میں سفر حج کے دوران انتقال فرمایا۔

اولاد امجاد:

☆ علامہ عبد المصطفےٰ ازہری

☆ مولانا ثناء المصطفےٰ

☆ مولانا ضیاء المصطفےٰ اعظمی

☆ مولانا رضاء المصطفےٰ اعظمی

تصانیف:

☆ آپ کی تصانیف میں فقہ حنفی میں ''بہار شریعت'' مشہور ہے۔

☆ مجموعہ فتاویٰ کی چار مجلدات آپ سے یادگار ہیں۔ حال ہی میں ''فتاویٰ امجدیہ'' کی جلد اول مطبوعہ الٰہ آباد سے ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی ہے۔ طحاوی ج ا پر ایک بسیط حاشیہ بھی ہے جو غیر مطبوعہ ہے۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی لائبریری میں اس کا فوٹو اسٹیٹ موجود ہے۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ میں بہت سے جامعات کے بانی ہوئے اور اہل سنت میں مشہور و معروف ہے۔[1]

۱۔ حواشی ''اکرام امام احمد رضا'' ص ۵۷۔۵۸، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء

حواشی ''امام احمد رضا اور عالم اسلام'' ص ۴۷۔۴۸، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء

نوٹ:۔ ماہنامہ ''اشرفیہ'' مبارکپور انڈیا نے مارچ، اپریل ۱۹۹۶ء کے مشترکہ شماروں کا ''صدر الشریعہ نمبر'' شائع کیا ہے۔ مولانا حافظ عطاء الرحمٰن صاحب (لاہور) نے ''صدر الشریعہ حیات اور کارنامے'' کے نام سے ایک تحقیقی مقالہ لکھا ہے جو مکتبۂ اعلیٰ حضرت لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

صدرالافاضل
مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ

چند ہستیاں ایسی بھی ہیں جو شمع کی طرح جلتی ہیں اور چاندنی کی طرح پھیلتی ہیں:

ے شمع کی طرح جئیں بزم گہہ عالم میں
خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

وہ چمکتی ہیں اور ایک عالم کو چمکا جاتی ہیں ـــــ بجھتی نہیں، بلکہ ایک نئی آب و تاب کے ساتھ پھر طلوع ہوتی ہیں:

ے جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

موت اسی کو مارتی ہے جو موت سے ڈرتا ہے، جو اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا حوصلہ رکھتا ہے اس کے لئے زندگی ہی زندگی ہے:

ے ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

تو ان نہ مرنے والوں میں ـــــ ان زندہ رہنے والوں میں ـــــ ان چمک کر، چمکانے والوں میں ایک وہ بھی ہے جس کا نامِ نامی محمد نعیم الدین تھا اور جو مرادآباد کا رہنے والا تھا مگر سارا عالم اس کا عالم تھا ـــــ اس نے مہ و پروین پر کمند ڈالی ـــــ زمانے نے اس کے قدم چومے:

ے مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

برصغیر کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اس نے اسلام کی شمع روشن کی۔ پھر وہ خود شمع بن کر جلنے لگا——اس کے دل کی دھڑکنوں میں ملت کا نصیبہ انگڑائیاں لے رہا تھا——وہ سوتوں کو جگا رہا تھا——جاگتوں کو گرما رہا تھا——وہ دلوں کو برما رہا تھا——اور پھر جو دیکھا گھٹائیں چھٹ رہی تھیں، اجالا ہو رہا تھا——قافلہ منزل پر پہنچ چکا تھا——کانٹے چن رہا تھا، پھول بو رہا تھا——مگر وہ قافلہ کو منزل پر چھوڑ کر اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو رہا تھا۔

ے دل تو جاتا ہے اس کے کوچہ میں
جا مری جاں ، جا ، خدا حافظ !

●

صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کی ولادت ۲۱ رصفر المظفر ۱۳۰۰ھ/ یکم جنوری ۱۸۸۳ء کو مراد آباد (یو۔ پی۔ بھارت) میں ہوئی۔ ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۰ء میں مدرسہ امدادیہ، مراد آباد سے دستار فضیلت حاصل کی۔ استاد گرامی مولانا شاہ محمد گل رحمۃ اللہ علیہ عارف کامل اور فاضل اجل تھے، فاضل ممدوح کے عشق و محبت اور علمیت و فقاہت کی ایک جھلک ان کی تالیف:

”ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب مجلس میلاد مصطفےٰ“ (۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء)

میں نظر آتی ہے——آپ کا سلسلہ حدیث براہ راست حجاز مقدس سے مربوط ہے، برصغیر پاک و ہند کے دوسرے سلاسل حدیث کے مقابلے میں آپ کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے۔

صدر الافاضل ایسے جلیل القدر استاد کے تلمیذ رشید تھے، وہ علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر تھے، بالخصوص فن حدیث اور علم التوقیت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ علم طب میں بھی مہارت حاصل تھی اور حکیم شاہ فضل احمد امروہوی سے شرف تلمذ تھا، شاعری میں اپنے

والد ماجد استاذ الشعراء مولانا معین الدین نزہت سے فیض حاصل کیا اور نعیم تخلص فرماتے تھے۔ آپ کا دیوان ''ریاض نعیم'' شائع ہو چکا ہے۔

صدر الافاضل حضرت شاہ محمد گل علیہ الرحمہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت تھے۔ بیعت کے بعد حضرت شاہ صاحب نے آپ کو حضرت شاہ علی حسین پھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۳۵۵ھ) کے سپرد کر دیا۔ صدر الافاضل نے آپ سے استفادہ کیا اور آپ ہی سے خلافت و اجازت حاصل کی، آپ ہی کی اجازت سے فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۲۱ء) سے بھی خلافت واجازت حاصل کی۔ صدر الافاضل، فاضل بریلوی کے رازدار اور رمز شناس تھے، آپ نے ان کے مشن کو بڑی کامیابی کے ساتھ آگے بڑھایا اور مسلمانانِ ہند کی سیاسی اور مذہبی امور میں رہنمائی فرمائی۔

۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں مراد آباد میں آپ نے مدرسہ انجمن اہلسنّت وجماعت کی بنیاد رکھی۔ بعد میں ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء میں اس مدرسہ کا نام ''جامعہ نعیمیہ'' قرار پایا۔ اس جامعہ کے فیض یافتہ اور صدر الافاضل کے تلامذہ پاک و ہند میں بہت سی جامعات کے بانی، بہت سی کتابوں کے مصنف اور بہت سے رسالوں کے مدیر ہیں، مثلاً یہ حضرات:۔

۱ مولانا مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ (بانی مدرسہ بحر العلوم مخزن عربیہ، کراچی) آج کل یہ مدرسہ ''دار العلوم نعیمیہ'' کے نام سے ایک ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔

۲ علامہ ابو الحسنات مولانا محمد احمد قادری علیہ الرحمہ ۱۹۴۰ء میں قرار داد پاکستان کی منظوری کے وقت اجلاس لاہور میں موجود تھے۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں شرکت کی۔ ۱۹۴۸ء میں تحریک آزادی کشمیر میں حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں سرگرمی سے جدوجہد کی۔ جمعیت

العلماء پاکستان کے پہلے صدر تھے، آپ کی تصانیف میں یہ قابل ذکر ہیں:

☆ تفسیر الحسنات (چھ جلدیں) ☆ ترجمہ کشف المحجوب
☆ شمیم رسالت ☆ فرشتہ رحمت ☆ شرح قصیدہ بردہ شریف
☆ اوراق غم ☆ صبح نور ☆ قراطیس المواعظ
☆ اظہار الاسقام ☆ مظہر الاسرار ☆ البیان
☆ مونس الاطباء وغیرہ وغیرہ

۳ ابوالبرکات مولانا سید احمد قادری (ناظم مرکزی مدرسہ انجمن حزب الاحناف لاہور) آپ ہی کے صاحبزادے علامہ محمود احمد رضوی بخاری شریف کے شارح اور ماہنامہ رضوان، لاہور کے مدیر رہے۔

۴ ابوالخیر مولانا مفتی محمد نوراللہ صاحب (بانی مدرسہ دارالعلوم حنفیہ، بصیر پور اوکاڑہ) آپ ''فتاویٰ نوریہ'' کے مصنف ہیں۔ آپ ہی کی سرپرستی میں یہاں سے ماہنامہ ''نورالحبیب'' نکل رہا ہے۔

۵ علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب (دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف) آپ کی تفسیر ''ضیاء القرآن'' شہرت عام حاصل کرچکی ہے، آپ کی سرپرستی اور ادارت میں پنجاب کا منفرد علمی اور مذہبی مجلّہ ''ضیائے حرم'' بڑی کامیابی سے نکل رہا ہے۔

۶ مولانا مفتی محمد حسین نعیمی (بانی جامعہ نعیمیہ، لاہور)
آپ کی سرپرستی وادارت میں ماہنامہ ''عرفات'' نکل رہا ہے۔

۷ مولانا مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمہ
آپ کی تالیف ''تفسیر نعیمی'' مقبول ومعروف ہے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل تصانیف آپ سے یادگار ہیں:

☆علم المیراث ☆جاء الحق ☆شانِ حبیب الرحمٰن

☆سلطنت مصطفٰے ☆دیوان سالک ☆علم القرآن

☆اسرار الاحکام ☆مواعظ نعیمیہ ☆فتاویٰ نعیمیہ

☆نعیم الباری فی شرح البخاری ☆نور العرفان فی حاشیۃ القرآن

☆امراۃ شرح مشکوٰۃ شریف (آٹھ جلدوں میں) ☆اسلامی زندگی وغیرہ

راقم الحروف ایام نوعمری میں صدر الافاضل کی زیارت سے مشرف ہوا ہے اور ان کی تقاریر سنی ہیں۔ صدر الافاضل ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء سے بہت قبل مسجد جامع فتح پوری، دہلی کی محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ۱۲ ربیع الاول کی شب کو ہر سال تقریر فرماتے تھے، پھر ۱۲ ربیع الاول کو بعد نماز ظہر بھی تقریر فرماتے تھے۔ اس محفل پاک کے بانی راقم کے والد ماجد حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) تھے۔ صدر الافاضل اور آپ کے درمیان نہایت ہی مخلصانہ تعلقات تھے۔ بارھویں شب مبارک کو محفل میلاد میں شرکت فرمانا ہی اس خصوصی تعلق ومحبت کی نشاندہی کرتا ہے۔

صدر الافاضل تبلیغ اسلام اور ناموس مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و حمایت میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ اس سلسلے میں آپ نے عیسائیوں اور آریوں سے کامیاب مناظرے فرمائے۔ آپ نے اپنے رسالہ ''السواد الاعظم'' میں بھی ان لوگوں کا رد کیا، مثلاً پنڈت دیانند سرسوتی کی کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' کے اسلام اور شارع اسلام پر اعتراضات کے مسکت ومدلل جواب دیئے، مگر تحریر وتقریر میں کسی مقام پر تہذیب وشائستگی کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا، اس جذباتی دور میں یہ خوبی نہایت ہی قابل تحسین ہے۔ آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے الموڑہ، نینی تال، ہلدوانی وغیرہ کے پہاڑی علاقوں کا دورہ کیا، تبلیغ اسلام کے لئے وہاں قیام فرمایا اور ایک رسالہ ''پراچین کال'' تحریر فرمایا جو غالباً پہاڑی زبان میں ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی ساتھ ہی ہے ——— اشاعت اسلام

کے لیے آپ نے پھیری والوں کے روپ میں اپنے گماشتے بھیجے جنہوں نے گھر گھر جا کر اسلام کو پھیلایا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ علماء بالعموم تبلیغ اسلام سے بے خبر تھے، بلکہ ہندو مسلم اتحاد کی باتیں کر رہے تھے۔

۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء اور ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں تحریک خلافت، تحریک ترک موالات کے جذباتی دور میں آپ نے تحریر وتقریر کے ذریعہ مسلمانوں تک اسلام کے سچے پیغام کو پہنچایا اور صدر جمعیۃ العلماء ہند کو ہندو مسلم اتحاد کے خطرات سے آگاہ کر کے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے سے روکا —— پھر دہلی جا کر مولانا محمد علی جوہر کو سمجھایا، بالآخر وہ ہندو مسلم اتحاد کی دعوت سے دستبردار ہو کر تائب ہو گئے۔ مولانا محمد اطہر نعیمی اپنے والد ماجد تاج العلماء سے اور وہ صدر الافاضل سے روایت کرتے ہیں کہ ۱۹۳۰ء میں گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن جانے سے قبل مولانا محمد علی جوہر، صدر الافاضل سے ملنے آئے، صدر الافاضل نے پھر ہندو مسلم اتحاد کے نتائج وعواقب کی طرف ان کو متوجہ کیا، اس پر انہوں نے فرمایا:

"اگر زندہ رہا تو اس کی تلافی کی کوشش کروں گا۔"

مولانا شوکت علی خود مراد آباد جا کر صدر الافاضل کے دولت کدے پر حاضر ہوئے اور ان کے سامنے ہندو مسلم اتحاد کی حمایت وتائید سے دست کش ہوئے —— دونوں بھائیوں کو ہندوؤں کی بے وفائی کا شدید احساس تھا۔

گوکل کی تحریک چلائی گئی تو صدر الافاضل نے اس کے مقابلے کے لئے اعاظم واکابر اہلسنّت کو مراد آباد جمع کیا، جہاں ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس (الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ) کی بنیاد رکھی گئی جس کے ناظم اعلیٰ صدر الافاضل منتخب ہوئے اور مستقل صدر حضرت محدث علی پوری، پیر سید جماعت علی شاہ علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء) منتخب ہوئے۔

۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء اور ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء کے درمیان شدھی کی تحریک چلی تو اس کی مدافعت کے لئے صدرالافاضل نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ بریلی میں جماعت رضائے مصطفےٰ قائم کی گئی جس کے تحت اس فتنہ ارتداد کا مقابلہ کیا گیا، صدر الافاضل نے آگرے کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا اور بالآخر شردھانند کے اس فتنے کا خاتمہ ہو گیا۔

۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء میں مرادآباد سے ماہنامہ ''السواد الاعظم'' جاری کیا اور اس کے ذریعہ مذہبی اور سیاسی میدانوں میں مسلمانانِ ہند کی رہنمائی فرمائی ۱۹۱۲ء اور ۱۹۱۴ء کے درمیان مولوی ابوالکلام آزاد کے ''البلاغ'' اور ''الہلال'' میں بھی مستقل مضامین لکھتے رہے۔ ''الہلال'' کے قلمکاروں میں شبلی نعمانی، مولانا حسرت موہانی اور سید سلیمان ندوی شامل تھے۔ اس شعر سے آپ کے عزم و حوصلہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

پھر جنوں کہتا ہے خود کو پابہ جولاں دیکھئے!
چلئے اٹھئے، اب کے پھر وحشت میں زنداں دیکھئے (نعیم)

۱۹۳۱ء میں دوسری گول میز کانفرنس (لندن) میں جب علامہ اقبال نے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی تو آپ نے اس کی پرزور تائید کی اور اس تجویز کے مخالف ہندو اخبارات و رسائل کا خوب تعاقب فرمایا اور اپنے موقف کی حمایت میں نہایت معقول اور دل نشیں دلائل پیش کیے۔ ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء جب لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو اس موقع پر آپ کے تلمیذ رشید مولانا ابوالحسنات محمد احمد علیہ الرحمہ موجود تھے اور جلسہ کے سرگرم کارکن تھے۔ ۱۹۴۶ء میں نواب محمد اسماعیل خاں (صدر یو۔پی، مسلم لیگ) کے ذریعہ قائداعظم کو تار دلوایا کہ جب تک حکومت برطانیہ پاکستان کے مشرقی اور مغربی علاقے کے درمیان ایک بین الاقوامی آزاد علاقہ تسلیم نہ کرلے، تقسیم کی تجویز منظور نہ کریں۔

۱۳۶۶ھ/۱۹۴۶ء میں صدرالافاضل ہی کی کوششوں سے بنارس، بھارت میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے چار روزہ تاریخی اجلاس ہوئے (یعنی ۲۷ راپریل تا ۳۰ راپریل)

اس کانفرنس میں پاک وہند کے دو ہزار علماء و مشائخ اور ۶۰ ہزار دوسرے حاضرین شریک تھے۔ ''قرارداد پاکستان'' کی حمایت میں جو تجویز اتفاق رائے سے منظور ہوئی اس کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں:

''آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے۔''[1]

مطالبہ پاکستان کی حمایت واشاعت کے لئے صدرالافاضل نے ہندوستان اور پاکستان کے دور دراز علاقوں کا دورہ کیا، حتّٰی کہ مرادآباد سے بنگال تک تشریف لے گئے اور وہاں مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونکی جو آگے چل کر مشرقی پاکستان کی تعمیر و تشکیل میں معین و مددگار ثابت ہوئی۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مذکورہ بالا اجلاس کے بارے میں حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء) کے تاثرات قابل توجہ ہیں۔ مولانائے موصوف کی ذات تحریک آزادی ہند میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ آپ تحریک خلافت میں علی برادران کے ساتھ رہے۔ تحریک شدھی میں اس کی سخت مزاحمت کی۔ بنگال میں مولوی حسین احمد کے مقابلے میں مسلم لیگ کے نمائندے کو کامیاب کرایا۔ ۲۳ر مارچ ۱۹۴۰ء میں لاہور کے تاریخی اجلاس میں قائد اعظم کے سامنے قرارداد پاکستان کی حمایت میں پرزور تقریر فرمائی۔ ۱۹۴۵ء میں والی دکن اور قائد اعظم کی ملاقات کے لئے راہ ہموار کی۔ ۱۹۴۶ء میں علماء کا وفد حجاز لے گئے اور حکومت سعودیہ کو پاکستان کی حمایت پر آمادہ کیا۔ الغرض انہوں نے تنہا وہ خدمات انجام دیں جو ایک جماعت کے بس کی نہ تھیں۔ ایسا مجاہد جب کوئی بات کہے تو وہ بات معمولی نہیں، بہت وزنی ہے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس (۱۹۴۶ء) کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''میں نے اپنی چوالیس سالہ قومیات کی زندگی میں صدہا کانفرنسیں

۱۔ خطبہ صدارت، جمہوریت اسلامیہ، مطبوعہ مرادآباد ۱۹۴۶ء، ص ۲۹

دیکھیں اور بیسیوں خود منعقد کیں لیکن میں کہتا ہوں کہ بنارس کی سنی کانفرنس کی طرح گزشتہ چالیس سالوں میں کوئی کانفرنس بھی نہ ہو سکی۔"۱

پاکستان معرض وجود میں آنے کے بعد صدرالافاضل لاہور اور پھر کراچی تشریف لائے، دستوری خاکہ کے لئے آپ سے عرض کیا گیا لیکن اچانک طبیعت ناساز ہوگئی اور واپس ہندوستان تشریف لے گئے اور پھر وہاں ممالک اسلامیہ اور خلافت عثمانیہ کے دساتیر وقوانین کو سامنے رکھ کر پاکستان کے لئے ایک اسلامی دستور کا خاکہ تیار کرنا شروع کیا، ابھی ۱۱ دفعات لکھنے پائے تھے کہ ۱۹ر ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ/۲۲ر اکتوبر ۱۹۴۸ء کو مرادآباد میں وصال فرماگئے۔ مزار مبارک جامعہ نعیمیہ، مرادآباد کے احاطہ میں واقع ہے۔

صدرالافاضل کی اولاد امجاد میں چار فرزند ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ مولوی ظفرالدین　　　۲۔ مولوی محمد اختصاص الدین

۳۔ جناب ظہیرالدین　　　۴۔ جناب اظہارالدین

"السواد الاعظم" کے مطالعہ سے اتنا پتا چلتا ہے کہ ۲۱ و ۲۳ر ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء کو طاعون کی وبا میں یکے بعد دیگرے آپ کی دو صاحبزادیاں فوت ہوگئیں۔ اس وقت صدرالافاضل علی پور تشریف رکھتے تھے اور تدفین کے بعد دولت کدے پہنچے، اس لئے یہ غم معمولی غم نہ ہوگا۔ دو صاحبزادیاں اور تھیں،

☆ ایک زوجہ مولوی حکیم سید یعقوب علی، مقیم کراچی، اور

☆ دوسری زوجہ حافظ سید حامد علی، مقیم مرادآباد

صدرالافاضل متبحر عالم اور صاحب بصیرت سیاستدان تھے۔ علمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت فاضل بریلوی نے "الطاری الداری" کا مسودہ آپ کو دکھایا، اور جب آپ نے بعض ترمیمات کی سفارش کی تو قبول کر لی گئیں ——— آپ نے بیس

۱۔ غلام معین الدین، مولانا مفتی: حیات صدرالافاضل، مطبوعہ لاہور، ص ۲۰۰

سال کی عمر میں "الکلمہ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ" تصنیف فرمائی۔ ڈیڑھ درجن سے زیادہ کتب و رسائل آپ سے یادگار ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

☆ تفسیر خزائن العرفان ☆ اطیب البیان ☆ مجموعہ فتاویٰ

☆ تبرکات صدر الافاضل ☆ اسواط العذاب ☆ سوانح کربلا

☆ کتاب العقائد ☆ ابتدائی ☆ آداب الاخیار

☆ فرائد النور ☆ زاد الحرمین ☆ ریاض نعیم

☆ گلبن غریب نواز ☆ پراچین کال ☆ احقاق حق

☆ کشف الحجاب التحقیقات لدفع التلبیسات

☆ ارشاد الانام فی محفل المولود والقیام ☆ القول السدید وغیرہ وغیرہ

صدر الافاضل کی تصانیف مراد آباد سے بھی شائع ہوئیں اور ادارہ نعیمیہ رضویہ، (لاہور) از ہر بک ڈپو (کراچی) مکتبہ اہل سنت (کراچی) نوری کتب خانہ (لاہور) اور مکتبہ فریدیہ، کراچی نے بھی بعض کتابیں شائع کی ہیں۔

الغرض صدر الافاضل چودھویں صدی ہجری کے ایک جلیل القدر عالم اور ماہر سیاست داں تھے، مذہب و سیاست پر ان کی بہت گہری نظر تھی۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے شائع ہونے والی "تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند" میں پروفیسر عبد القیوم نے بجا طور پر صدر الافاضل کے لئے ان تاثرات کا اظہار کیا ہے:

"مولوی سید نعیم الدین مراد آبادی ایک جلیل القدر عالم دین اور نامور فاضل تھے اور ہزاروں لوگ آپ کے فیض سے بہرہ ور ہوئے، آپ نے "خزائن العرفان" کے نام سے قرآن کریم کی ایک عمدہ تفسیر لکھی ہے"۔ (جلد دوم۔ ص ۴۲۳)[1]

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، مطبوعہ ماہنامہ نور الحبیب، بصیر پور شمارہ نومبر ۱۹۷۹ء

ماخذ ومراجع

کتب:

۱۔ محمد محدث کچھوچھوی، سید: خطبہ صدارت جمہوریت اسلامیہ، ص ۲۹، مطبوعہ بریلی ۱۹۴۶ء

۲۔ محمد نعیم الدین مرادآبادی، مولانا: کتاب العقائد، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء

۳۔ احمد رضا خاں، امام: الاستمداد، ص ۹۱، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

۴۔ اقبال احمد فاروقی، علامہ: حواشی الاستمداد، ص ۹۱، ۹۲، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

۵۔ عبدالقیوم، پروفیسر: تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند، جلد دوم، ص ۳۲۳، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

۶۔ محمد صادق قصوری، میاں: اکابر تحریک پاکستان، ص ۲۶۶، ۲۷۴، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

۷۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ: تذکرہ اکابر اہل سنت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

۸۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: فاضل بریلوی اور ترک موالات، ص ۷۷ تا ۸۰، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

۹۔ غلام معین الدین نعیمی، مفتی: حیات صدر الافاضل مطبوعہ لاہور

۱۰۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: مقالہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، جلد دہم جز پنجم مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور

۱۱۔ محمد نعیم الدین مرادآبادی، مولانا: سوانح کربلا، مطبوعہ کراچی

۱۲۔ محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علمائے اہل سنت، ص ۲۵۳، مطبوعہ کانپور

رسائل:

۱۳۔ ماہنامہ السواد الاعظم (مرادآباد) ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء ص ۹ تا ۵۶

۱۴۔ ماہنامہ السواد الاعظم: ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ/۱۹۲۸ء

۱۵۔ ماہنامہ السواد الاعظم: صفر المظفر ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء

۱۶۔ ماہنامہ السواد الاعظم: رمضان المبارک وشوال ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۳ء، ص ۱۳

۱۷ہفت روزہ، الہام (بہاولپور) شمارہ ۲۱ رنومبر ۱۹۷۶ء ص ۵،۶

نوٹ:۔ بعض معلومات مندرجہ ذیل علماء سے حاصل کیں:

۱۔مولانا غلام محی الدین فریدی نعیمی (ابن حکیم غلام فرید احمد فریدی خلیفہ فاضل بریلوی و برادر عم زاد صدر الافاضل

۲۔مولانا محمد اطہر نعیمی (ابن مفتی محمد عمر نعیمی تلمیذ رشید صدر الافاضل و مہتمم جامعہ نعیمیہ، مراد آباد

عالمی مبلغ اسلام
علامہ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قادری

مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ (م ۔ ۱۹۵۴ء) کی باکمال شخصیت چودھویں صدی ہجری کے علماء اور مبلغین اسلام میں سرفہرست نظر آتی ہے، انہوں نے تنہا ایک انجمن کا کام کیا، ان کے عزم وحوصلہ کو دیکھ کر صدر اول کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، ان کی ذات گرامی میرے لئے اجنبی نہیں، والد ماجد حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۔ ۱۹۶۶ء) سے ان کے خصوصی مراسم تھے، مفتی اعظم کی خدمت میں ان کو آتے جاتے دیکھا ہے۔ اور تقریریں بھی سنی ہیں۔

حضرت مولانا میرٹھی عظیم المرتبت عالم وعارف تھے اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ (م ۔ ۱۹۲۱ء) کے جلیل القدر خلیفہ ـــــ امام احمد رضا نے ''الاستمداد'' میں آپ کا ذکر کیا ہے [1] آپ کے بڑے بھائی مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ (م ۔ ۱۹۳۸ء) بھی امام احمد رضا کے خلیفہ تھے، انہوں نے ملک و بیرون ملک مذہبی اور سیاسی سطح پر کارہائے نمایاں انجام دیئے؛ ''الاستمداد'' میں ان کا ذکر بھی موجود ہے [2]

(۲)

امام احمد رضا صفات جلالیہ اور جمالیہ کے جامع تھے، آپ کے خلفاء میں بعض جلالی تھے اور بعض جمالی ـــــ حضرت مولانا میرٹھی علیہ الرحمہ جمال رضوی کا آئینہ تھے، چلتا پھرتا امن کا ایک سفیر تھے، ان کی زندگی عالم گیر محبت سے عبارت تھی، انہوں نے حیرت انگیز ایثار و قربانی سے کام لیا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

۱۔ احمد رضا خاں، الاستمداد، ص ۹۵، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء
۲۔ ایضاً، ص ۹۴

ایک زمانہ تھا جب کہ عدم معرفت کی وجہ سے بعض لوگ امام احمد رضا کے ذکر و فکر سے انقباض محسوس کرتے تھے، غالباً لوگوں کی اسی تنگ دلی کی وجہ سے حضرت مولانا میرٹھی اور ان کے اخلاف امجاد نے ابتداء میں امام احمد رضا کا زیادہ چرچا نہیں کیا ــــــ امام احمد رضا کے مخالفین نے ایک عظیم مہم چلا کر اہل علم کو ان سے بدظن کیا، اور ان کی عزت و ناموس کے درپے ہوئے، شاید ہی کوئی اسلام کا شیدائی ہو جس نے تہمت خلق کے تیر نہ کھائے ہوں۔

من ذالذی ینجو من الناس سالماً

لیکن جو محبوبانِ خدا، خدا کے لئے اپنی عزت اور اپنی زندگی لٹاتے ہیں وہ مرتے ہیں، جیتے ہیں۔

ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولاکن لاتشعرون

توجب اپنے خیال میں سب مار چکے اور سمجھے کہ وہ مر چکا تو ہاتف غیبی نے اس کی زندگی کا اعلان کیا اور مخالفین و بدخواہوں کو متنبہ کیا ہے:

یا ناطح الجبل العالی لتکلمہ
اشفق علی الراس لاتشفق علی الجبل

امام احمد رضا پر بدنامی اور گمنامی کا ایک زمانہ گزرا ــــ ایسا کٹھن وقت کہ اہل علم نام لیتے سکتے تھے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب حضرت مولانا میرٹھی اور ان کے اخلاف نے اپنا مشن جاری کیا، انہوں نے اشاعت اسلام کی خاطر اپنے شیخ امام احمد رضا کا چرچا نہ کیا، لیکن امام احمد رضا تو پہلے ہی اسلام اور شارع اسلام علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر سب کچھ نثار کر چکے تھے[1]

۱۔ امام احمد رضا خاں، امام: حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور ۱۹۰۶ء، ص ۵۲

فـــاذاابـــی ووالـــدتـــی وعـــرضـــی
لـــعـــرض مـــحـــمـــدمـــنـــکـــم وقـــاء

ایک طرف ایثار وقربانی کا یہ عالم تھا اور دوسری طرف یہ دیکھا گیا کہ اپنے شیوخ اور اساتذہ کی مدافعت کی خاطر اسلام اور شارع اسلام علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی بھی پرواہ نہ کی گئی —— حضرت مولانا میرٹھی کے وصال کے بعد ان کے خلیفہ اور داماد مولانا فضل الرحمٰن انصاری علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۷۴ء) نے ''المرکز الاسلامی'' کے نام سے کراچی میں ایک اسلامی ادارہ قائم کیا۔ اس میں بھی امام احمد رضا کا کوئی ذکر وفکر نہ تھا بلکہ عرصہ دراز کے بعد جب امام احمد رضا کی شخصیت سے غبار تہمت وبدنامی ہٹا تو شاید پہلی مرتبہ اس ادارے کے انگریزی ماہنامہ[1] میں امام احمد رضا پر مختصر مضمون شائع ہوا۔ اسی طرح جب جارج برناڈ شا اور مولانا میرٹھی کے درمیان مکالمے کی روئداد انگریزی میں شائع کی گئی[2] مگر اس کے سوانحی حصے میں امام احمد رضا کا نام تک نہیں۔ مگر جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا یہ ایثار وقربانی اشاعت اسلام کی خاطر کی گئی۔

لیکن اب جب کہ پاک وہند اور بیرونی ممالک میں امام احمد رضا کا تعارف ہو چکا ہے اور اہل علم ودانشور آپ کی عبقریت اور فضیلت علمی کے معترف نظر آرہے ہیں، یہ راز، راز نہیں رہا اور نہ رہنا چاہیے۔

ے اب راز ، راز رہ نہ سکے گا کہ ان کی یاد
پلکوں تک آگئی ہے چراغاں کئے ہوئے

(۳)

علمائے اہل سنت کا یہ خاص امتیاز رہا ہے کہ انہوں نے عقائد کی درستی اور اسلام

۱۔ ماہنامہ منارٹ (انگریزی) کراچی، شمارہ اگست ۱۹۷۴ء، ص ۱۷ تا ۲۳

۲۔ K.S.Anwari,A Shavian and a Philospher,Karachi, 1970, AE,10th Edition

کی اشاعت کے لئے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ جبکہ بعض دوسرے علماء ہنود سے سیاسی اتحاد کی وجہ سے شاید ہنود میں اشاعت اسلام کی خدمت انجام نہ دے سکے۔ بلکہ کفار و مشرکین ان کی سیاسی زندگی کا جزو لاینفک بن کر رہ گئے۔ یہ ایک تاریخی المیہ ہے۔ صرف علمائے حق کی ایسی صاف ستھری تاریخ ہے جو کفار و مشرکین کے ذکر سے پاک ہے۔ اگر ذکر ہے بھی تو بانداز مومنانہ اور بہ اسلوب قاہرانہ۔ مبلغین میں بعض لوگ وہ بھی ہیں جنہوں نے صرف مسلمانوں کی اصلاح کے لئے کوشش کی اور کفار و مشرکین سے تعرض نہ کیا، اصلاح کا یہ انداز عافیت کوشانہ ہے۔ بلاشبہ غیر مسلموں کو دعوت اسلام دینا ہمت کی بات ہے، اس کے لیے علم و فضل، عزم و حوصلہ اور ایمان کامل کی ضرورت ہے، یہ جواہر علمائے حق ہی میں نظر آئیں گے۔

ع این سعادت قسمتِ شہباز و شاہین کردہ اند

ان علماء حق کی پاک سیرتیں اسلام اور ملت اسلامیہ کے لئے باعث افتخار ہیں ——— حضرت مولانا میرٹھی انہی جلیل القدر مبلغین میں نہایت ممتاز نظر آتے ہیں، انہوں نے اسلام کی اس طرح تبلیغ فرمائی کہ تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔

حضرت مولانا میرٹھی کے شیخ مجاز امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل چار چیزوں کی طرف خاص طور پر اپنی توجہ مرکوز کی:

۱ فقہ حنفی کے مطابق فتوے نویسی

۲ تدریس علوم دینیہ

۳ گستاخانِ رسول علیہ التحیۃ والتسلیم کی سرکوبی

۴ تبلیغ دین اسلام

امام احمد رضا کے خلفاء و تلامذہ میں:

● ——— بعض حضرات وہ ہیں جو بحیثیت فقیہ، مفتی مشہور ہوئے،

- ـــــــ بعض وہ ہیں جو بحیثیت معلم و مدرس مشہور ہوئے،
- ـــــــ بعض وہ ہیں جو بحیثیت مناظر اسلام مشہور ہوئے،
- ـــــــ اور بعض وہ ہیں جو بحیثیت مبلغ اسلام مشہور ہوئے،

گویا امام احمد رضا کی جامعیت کے مختلف پہلو فرداً فرداً خلفاء و تلامذہ میں نظر آتے ہیں۔

حضرت مولانا میرٹھی اس صدی کے مبلغین اسلام کے قافلہ سالار ہیں، انہوں نے دنیا کے بیسیوں ملکوں کا دورہ کیا اور ہزاروں غیر مسلموں کو مشرف با اسلام کیا ـــــــ جن میں پروفیسر بھی ہیں ـــــــ دانشور بھی ہیں، عمائدین اور اعیان مملکت بھی ہیں، پھر ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو مرید کر کے ان کی روحانی اصلاح بھی فرمائی ـــــــ جشن نزول قرآن ۱۹۶۹ء میں فلپائن کے مندوب ڈاکٹر احمد نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا میرٹھی نے ہزاروں غیر مسلموں کو مشرف با اسلام کیا اور وہ خود بھی انہیں کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے۔

حضرت مولانا میرٹھی دوسری زبانوں کے علاوہ، انگریزی زبان پر حیرت انگیز عبور رکھتے تھے۔ مولانا محمد علی جوہر بھی انگریزی کے ماہر تھے مگر انہوں نے اس سے وہ کام نہ لیا جو مولانا میرٹھی علیہ الرحمہ نے لیا۔ جاپان کی ایک مجلس میں جہاں آپ نے تقریر فرمائی، ٹوکیو کے پروفیسر این، ایچ برلاس نے انگریزی زبان میں آپ کی مہارت کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کی آواز کو ترنم ریز و دل آویز قرار دیا ـــــــ راقم کو بھی حضرت مولانا کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی آواز میں بلا کی کشش اور کھنک تھی۔ اردو، عربی، انگریزی اور بعض دوسری زبانوں میں بے تکان تقریر کرتے تھے۔

تبلیغ اسلام کے سلسلے میں حضرت مولانا میرٹھی نے تقریباً ۳۵ ملکوں کا دورہ کیا۔ عوام سے لے کر خواص تک اور خواص سے لے کر اعیان مملکت تک رابطے قائم کئے اور

اسلام کا پیغام پہنچایا ـــــ مختلف ملکوں میں سینکڑوں تعلیمی، علمی، دینی اور رفاہی ادارے قائم کئے ـــــ مدرسے اور مسجدیں بنوائیں، کتب خانے قائم کئے اور اخبارات ورسائل جاری کروائے۔

④

خدمت اسلام کے ساتھ حضرت مولانا میرٹھی علیہ الرحمہ نے سیاسیات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں شریک رہے اور اس سلسلے میں ۱۹۲۲ء میں ۶ ماہ قید وبند کی مشقتیں بھی اٹھائیں ـــــ ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان پاس ہونے کے بعد پاکستان کے لئے جدوجہد کی ـــــ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس کے تاریخی اجلاس میں شریک ہوئے ـــــ پھر بیرون ہند پاکستان کے لئے انتھک کوشش کی ـــــ ۱۹۴۸ء میں اسلامی مسودہ آئین کی تیاری کے سلسلے میں سعی فرمائی ـــــ وہ قائداعظم کے قریب تھے اور قائداعظم ان پر اعتماد فرماتے تھے۔

حضرت مولانا میرٹھی کی ہمہ گیر اسلامی مساعی جمیلہ کو اللہ تعالیٰ نے وہ صلہ عطا فرمایا جو ہر دل کی آواز ہے، سرزمین قدس میں وصال فرمایا اور جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدوم مبارک میں دفن ہوئے۔

⑤

حضرت مولانا میرٹھی کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی اور داماد وخلیفہ مولانا فضل الرحمٰن انصاری علیہ الرحمہ (م ۱۹۷۴ء) نے آپ کے کام کو سنبھالا اور آپ کے مشن کو آگے بڑھایا۔ خدمت اسلام کے سلسلے میں دونوں حضرات کی مساعی ناقابل فراموش ہیں:

❶ مولانا فضل الرحمٰن انصاری نے یوں تو بہت سے کام کئے مگر عمر کے آخری حصے میں جو کام کر گئے اور کتاب لکھ گئے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہ کتاب انگریزی میں ہے

اور دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، عنوان ہے:

THE QUAR'ANIC FOUNDATION AND STRUCTURE OF MUSLIM SOCIETY. (KARACHI, 1973)

۱۹۷۳ء میں ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل (کراچی) میں اس کتاب کی تقریب رونمائی ہوئی تھی۔ جس میں علماء و دانشور شریک ہوئے اور اپنے تاثرات کا اظہار کیا، اس موقع پر مسٹر اے۔ کے۔ بروہی نے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا:

"اقبال کے انگریزی خطابات تشکیل جدید الٰہیات کے بعد اگر کوئی دوسری کتاب میری نظر میں آتی ہے تو وہ یہ کتاب ہے۔

(ترجمہ انگریزی ملخصاً)

اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے فرمایا:

"مذہب اسلام کو سمجھنے کے لئے اب تک جو بہترین کی کوششیں کی گئی ہیں ان میں سے یہ ایک ہے۔" (ترجمہ انگریزی)[1]

۲ حضرت مولانا میرٹھی کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی، راقم کے والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہٗ العزیز (م۔ ۱۹۶۶ء) اور برادر بزرگ حضرت مولانا مفتی مظفر احمد علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۷۱ء) سے خاص تعلق و محبت رکھتے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی نے حضرت مولانا میرٹھی علیہ الرحمہ کے مشن کو آگے بڑھایا۔ انہوں نے عوامی سطح پر مسلمانوں میں بیداری پیدا کی اور اسلام کا شعور بخشا انہوں نے دنیا کے بیشتر ممالک کا دورہ کیا اور ہزاروں غیر مسلموں کو مشرف باسلام کیا اور اپنے حلقہ ارادت میں داخل کیا، تحریک ختم نبوت (م۔ ۱۹۷۳ء) اور تحریک نظام مصطفیٰ (م۔ ۱۹۷۷ء) میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

"نظام مصطفیٰ" کا نعرہ انہوں نے دیا۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے ہر دل کی آواز بن گیا

۱۔ ماہنامہ منارت (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۳ء ص ۴۹

تاریخ پاکستان میں اس کی نظیر نہیں ملتی ـــــــ وہ ایک باوقار لیکن بیباک سیاستدان ہیں، ان کی جرات و بیباکی کے واقعات ان کی سیاسی مخالفین نے بیان کئے ہیں ـــــــ ۱۹۵۸ء میں جب وہ روس کے دورے پر تشریف لے گئے تو لینن کی قبر پر پھول چڑھانے سے انکار کردیا، اسی طرح ۱۹۷۱ء میں جب ڈھاکہ میں یحیٰی خاں سے ملاقات ہوئی تو وہ شراب پی رہا تھا، بقول شورش کاشمیری یہ منظر دیکھ کر مولانا نورانی نے فرمایا:

''یحیٰی شراب بند کرو، ورنہ ہم جارہے ہیں۔ آخر کار اس کو شراب اٹھانا پڑی۔''

سچ ہے:

؎ آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

مولانا شاہ احمد نورانی نے ۱۹۷۷ء میں قید و بند کی صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ جس طرح ۱۹۲۳ء میں ان کے والد ماجد حضرت مولانا میرٹھی علیہ الرحمہ نے برداشت کی تھیں۔

۳ نورانی میاں کی والدہ ماجدہ بھی صاحب عزیمت خاتون ہیں ـــــــ نورانی میاں کے ایام اسیری میں جب ان کے عقیدتمندوں نے ہمدردی کے تار بھیجے تو اس خاتون نے جو بیان جاری کیا تاریخ عزیمت میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور قرون اولیٰ کی اولعزم مسلمان عورتوں کی یاد دلاتا ہے، انہوں نے فرمایا:

''میں ان تمام لوگوں کو جو نورانی میاں کے ساتھ ہونے والی بدسلوکی پر آزردہ ہیں، یہ ہدایت کرنا چاہتی ہوں کہ وہ اظہار افسوس کے بجائے خدا کا شکر ادا کریں کہ اس نے ان کے راہنما کو حق بات کہنے اور پھر حق بات کے لئے سختیاں جھیلنے کی سعادت عطا کی ـــــــ مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے کہ اس نے عظیم باپ مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی

لاج رکھ لی۔[1]

۴ اسی صاحب عزیمت ماں کی صاحبزادی ڈاکٹر فریدہ ہیں جو سالہا سال سے تبلیغ اسلام میں مصروف ہیں، انہوں نے پردہ میں رہ کر دین وملت کی وہ خدمت کی جو دوسری عورتیں پردے سے باہر نہ کر سکیں ــــــ کہا جاتا ہے کہ پردہ کی پابندی سے عورت خود اپنی زندگی نہیں بنا سکتی، لیکن ڈاکٹر فریدہ نے عملی مثال پیش کر کے بتایا کہ پردے میں رہ کر نہ صرف اپنی بلکہ دوسروں کی زندگیاں بھی بنائی جا سکتی ہیں۔

الغرض حضرت مولانا میرٹھی علیہ الرحمہ کے حالات وواقعات ملت مسلمہ کے لئے ایک بہترین نمونہ ہیں ــــــ وہ خود ہی نمونہ نہ تھے، ان کا سارا گھرانہ نمونہ ہے ــــــ ان کے فرزندار جمندان کے داماد، ان کی اہلیہ، ان کی صاحبزادی سب کے سب دین اسلام کی خدمت کا وہ جذبہ رکھتے ہیں اور وہ کام کر گزرے ہیں جو دوسرے نہ کر سکے۔

(۶)

متعدد کتب ورسائل حضرت مولانا میرٹھی علیہ الرحمہ کی علمی یادگاریں ہیں، مگر ان میں سرفہرست وہ تقاریر اور مقالات ہیں جو تقریباً نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہیں، اگر یہ جمع کر لی جاتیں تو کئی ضخیم مجلدات تیار ہو سکتی تھیں مگر افسوس ایسا نہیں کیا گیا۔ بہرحال اب کوشش کی جا رہی ہے۔[2]

۱۔ ۲۳ رمئی ۱۹۷۷ء کراچی

۲۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: تقدیم "علامہ شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی قادری" (تقدیم محررہ ۱۲ر جون ۱۹۷۸ء از نواب شاہ، سندھ) مؤلفہ خلیل احمد رانا مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء

ضیاء الملّت حضرت علامہ
محمد ضیاء الدین احمد القادری مہاجر مدنی علیہ الرحمہ

انسان، انسان ایک جیسے نہیں ـــــ اس رنگارنگ کائنات میں کوئی شے ایک جیسی نہیں ـــــ انسان کو انسان پر اور انسانوں کو انسانوں پر برتری حاصل ہے ـــــ یہ قانون الٰہی ہے ـــــ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ انسان، انسان ایک جیسے ہیں تو اس کی سمجھ ابھی تاریکی میں ڈوبی ہوئی ہے، روشنی میں نہیں آئی ـــــ روشنی بھی عجیب دولت ہے، حقائق سے پردے اٹھا کر جلوے دکھاتی ہے ـــــ پھر وہ کچھ نظر آتا ہے جو آنکھ نہیں دیکھ سکتی، وہ صدائیں آتی ہیں جو کان نہیں سن سکتے، وہ خوشبوئیں مہکتی ہیں جو ناک نہیں سونگھ سکتی، وہ لطف آتا ہے جو زبان نہیں چکھ سکتی ہے اور وہ کیف و سرور محسوس ہوتا ہے، جس کو چھو کر نہیں پاسکتے ـــــ یہ جلوے حواس ظاہری کی پہنچ سے بہت بلند ہوتے ہیں۔

ایک انسان وہ ہیں جو دنیا کے ہاتھ بک گئے اور ایک انسان وہ ہیں جن کو ان کے مولیٰ نے خرید لیا ـــــ بھلا یہ دونوں ایک جیسے کیسے ہو سکتے ہیں؟ ـــــ نسبتوں سے پستیاں بھی ملتی ہیں اور بلندیاں بھی ـــــ پست وہ ہیں جنہوں نے پستیوں سے نباہ کیا اور بلند وہ ہیں جنہوں نے بلندیوں سے پیار کیا ـــــ حسین اور بلند و بالا سیرتیں بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اور نعمتیں ہیں ـــــ یہ انسان کو انسان بناتی ہیں، یہ ماحول کو روشن رکھتی ہیں ـــــ ان کا وجود اللہ کی دلیل ہے، ان کا شعور اللہ کی برہان ہے ـــــ ایسی ہی ایک ہستی ـــــ جس کو آسمان ایک صدی تک تکتا رہا، جس کو زمین ایک صدی تک دیکھتی رہی ـــــ جس نے زندگی کوئے یار میں گزاری، جس نے جاں، حریم جاناں میں واری ـــــ ہاں وہ عارف کامل، عالم جلیل ہے، جس کا نام نامی مفتی محمد ضیاء الدین

ہے، جس کو قادری رضوی نسبتیں حاصل ہیں ـــــ وہ انہیں برگزیدہ ہستیوں میں تھا، زندگی جن پر ناز کرتی ہے، نوع انسانی جن پر فخر کرتی ہے ـــــ آیئے اس کی باتیں کریں، اس کے احوال سنیں۔

(۲)

شیخ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد ضیاء الدین قادری رضوی مدنی علیہ الرحمہ کا سلسلۂ نسب خلیفہ اول سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ عہد جہانگیری کے مشہور عالم علامہ محمد عبد الحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمہ تھے جنہوں نے حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کو ''مجدد الف ثانی'' کے لقب سے پہلی بار یاد فرمایا۔ پھر یہ لقب ایسا مشہور ہوا کہ ان کی پہچان قرار پایا۔

حضرت ضیاء الملت حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو اپنے سر کا تاج اور ''مکتوبات امام ربانی'' کا مطالعہ فرماتے۔ ایسے کاملین مکتوبات شریف کے اسرار و رموز کو سمجھ سکتے ہیں۔ حضرت ضیاء الملت علیہ الرحمہ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم تھے، مگر انہوں نے اپنے علم و عرفان کو پوشیدہ ہی رکھا۔ اور عاجزی و انکساری کو پسند فرمایا۔[۱]

حضرت مدنی علیہ الرحمہ ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں سیالکوٹ (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا محمد حسین نقشبندی پسروری اور مولانا غلام قادر بھیروی وغیرہ سے حاصل کی پھر ہندوستان میں محدث کبیر علامہ وصی احمد محدث سورتی کی خدمت میں پیلی بھیت (یو۔پی) حاضر ہوئے۔ علامہ موصوف امام احمد رضا بریلوی کے جگری دوست تھے، چنانچہ اسی تعلق کی بنا پر حضرت مدنی علیہ الرحمہ ساڑھے تین سال تک مسلسل پیلی بھیت سے بریلی حاضر ہوتے رہے، حتی کہ امام احمد رضا کے منظور نظر ہوگئے اور ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء میں اٹھارہ سال کی عمر میں سلسلہ قادریہ کی اجازت و خلافت سے

۱۔ تقدیم ''سیدی ضیاء الدین احمد قادری مدنی'' مؤلفہ شیخ محمد عارف ضیائی مدنی (غیر مطبوعہ)

نوازے گئے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں استاد محترم علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ نے اجازت وخلافت سے نوازا——حضرت مدنی علیہ الرحمہ نے بکثرت مشائخ سے فیض حاصل کیا اور اجازات حاصل کیں——ان کے شیوخ میں امام احمد رضا بریلوی اور حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہما الرحمہ کے علاوہ یہ مشائخ قابل ذکر ہیں:

سید حسین الحسنی کردی، شیخ احمد الشمس مالکی القادری مراکشی المدنی، سید عبدالرحمٰن سراج مکی، شیخ محمد ہاشمی، علامہ بدرالدین حسنی شامی، شیخ احمد شریف السنوسی طرابلسی، علامہ عبدالباقی فرنگی محلی مہاجر مدنی، شیخ امین قطبی، شاہ عبدالحق الہٰ آبادی مہاجر مکی، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، شاہ علی حسین اشرفی، شیخ نور سیف کچھوچھوی، شیخ ابوالخیر، شیخ سید احمد الحریری، شیخ سیدی صباغی، شیخ علوی وغیرہ وغیرہ۔

آپ نے زندگی میں بہت سے سفر کیے۔ سفر محض اللہ کے لیے ہوں تو سیرت میں پختگی پیدا ہوتی ہے، نظر وسیع ہوتی ہے، تنگ دلی دور ہوتی ہے، تحمل و بردباری اور صبر کے جوہر پیدا ہوتے ہیں۔ پھر تراش خراش سے شخصیت چمکتا دمکتا ہیرا بن جاتی ہے۔[1]

حضرت مدنی علیہ الرحمہ ۲۴ سال کی عمر میں امام احمد رضا سے اجازت لے کر کراچی آئے، پھر بغداد شریف چلے گئے جہاں نو برس قیام فرمایا۔ اس عرصے میں مختلف شیوخ سے اجازت وخلافت حاصل کی جن کا اوپر ذکر کیا گیا۔ ۱۳۲۷ھ/۱۹۱۰ء میں آپ بغداد شریف سے براستہ دمشق (شام) مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ اس وقت ترکوں کی حکومت تھی اور اسلامی تہوار بڑی دھوم دھام سے منائے جاتے تھے۔ جبر وقہر کا یہ ماحول نہ تھا جواب ہے۔ ترکی حکومت کا خاتمہ اور سعودی خاندان کا غلبہ آپ ہی کے سامنے ہوا۔ آپ بہت سی خونچکاں داستانوں کے عینی شاہد تھے۔ نجدی حکومت نے جب اہل بیت

۱۔ تقدیم "سیدی ضیاء الدین احمد قادری مدنی" مؤلفہ شیخ محمد عارف ضیائی مدنی (غیر مطبوعہ)

اظہار اور صحابہ کرام کے مزارات اور قبے ڈھانے شروع کئے تو برطانیہ کے محکمہ جاسوسی نے ان عزائم کی تکمیل کے لئے بعض مفتیوں سے جواز کے فتوے لئے، جس کا ذکر ایک جاسوس ہمفرے نے اپنی یادداشت (مطبوعہ لاہور) میں کیا ہے۔ آپ کے سامنے بھی فتویٰ پیش کیا گیا، مگر آپ نے دہشت و بربریت کے اس ماحول میں بھی دستخط نہیں فرمائے اور صاف انکار کر دیا۔ اس سے دین پر آپ کی استقامت اور جرات و بے باکی کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کو نجدی حکومت کی طرف ڈرایا دھمکایا گیا مگر

ع اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضرت مدنی علیہ الرحمہ نے تقریباً ۷۵ سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ اس

طویل عرصے میں ماسوائے حج کے صرف تین بار مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے:

- ــــــ پہلی بار ترکوں کے زمانے میں ترکی تشریف لے گئے
- ــــــ دوسری بار دربار رحمت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اشارہ پا کر ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء میں امام احمد رضا کی عیادت کے لئے بریلی حاضر ہوئے۔ (آپ کی واپسی کے بعد ۲۰ رصفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸ راکتوبر ۱۹۲۱ء کو جمعہ کے دن اذان جمعہ کے وقت امام احمد رضا وصال فرما گئے)
- ــــــ تیسری بار اپنے صاحبزادے مولانا فضل الرحمٰن قادری کے علاج کے لئے حیدر آباد دکن تشریف لے گئے، ان موقعوں کے علاوہ کبھی مدینہ منورہ سے باہر نہیں گئے۔

اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی قوی نسبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت ضیاء الملت علیہ الرحمہ کے آداب و اخلاق میں سنت کی جھلک نظر آتی ہے ــــــ دنیا سے بے رغبتی، عیب پوشی، وسیع القلبی، دریا دلی، خلوص وللہیت اور اسی قسم کی بہت سی خوبیوں سے آپ کی سیرت مالا مال تھی ــــــ کسی بھی عارف کی نشانی ظاہر و باطن میں اتباع رسول علیہ التحیۃ والتسلیم ہے ــــــ بغیر اتباع کامل کے کوئی نہ

عارف بن سکتا ہے نہ سنور سکتا ہے۔۔۔۔۔۔ہم یہ سمجھتے ہیں کہ عمامہ سر پر رکھ لیا، یک مشت داڑھی رکھ لی، ٹخنوں سے پاجامہ اوپر رکھ لیا بس سنت پر عمل ہوگیا اور نصیحت کرنے کے قابل ہوگئے، نہیں نہیں! ایسے عمامے والے، داڑھی والے، ٹخنوں سے اوپر پاجامہ رکھنے والے بہت پھرتے ہیں مگر صحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور سنت کی لذت سے محروم ہیں۔ جب تک باطن سنت کے انوار سے منور نہ ہو، سنت پر عمل کا حق ادا ہو نہیں سکتا ۔۔۔۔۔۔ آداب، خیالات، جذبات، احساسات اور احوال و مواجید کا سنت کے سانچے میں ڈھلنا ضروری ہے، تب انقلاب آتا ہے اور وہ انسان بنتے ہیں جو انسان بناتے ہیں، ماحول بدل جاتا ہے، ''مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ'' کا سفر شروع ہو جاتا ہے اور اس کے رنگ سے بڑھ کر کونسا رنگ ہے۔

حضرت ضیاء الملّت کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت کیا ہے۔۔۔۔۔۔یہ وہ حضرات ہیں جن کی زندگی میں سنتیں چمکتی دمکتی نظر آتی ہیں۔۔۔۔۔۔اتباع سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ حضرات، ''فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ'' کے مستحق ہوگئے۔ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اسی عشق و محبت کی وجہ سے حضرت ضیاء الملّت علیہ الرحمہ سادات کرام کے آداب میں بہت مستعد تھے، احترام کرتے وقت وہ شخصیت کو نہیں نسبت کو دیکھتے تھے، وہ مرشد کریم امام احمد رضا محدث بریلوی کے عکسِ جمیل تھے۔۔۔۔۔۔اسی احترام سے عشق و محبت کی سچائی کا پتا چلتا ہے۔

حضرت ضیاء الملّت علیہ الرحمہ کی شخصیت کا بڑا امتیاز یہ ہے کہ آپ نے دنیا کو اہلِ دنیا کے سامنے ذبح کر دیا۔۔۔۔۔۔شیخ محمد عارف قادری فرماتے ہیں، ایک روز میں نے رات گئے نذر میں آنے والے روپے، ریال، ڈالر، پونڈ وغیرہ جمع کر کے حضرت کے سامنے پیش کیے۔۔۔۔۔۔فرمایا: ''ان کو پھاڑ دو''، میں نے اسی وقت سب کو پھاڑ دیا ۔۔۔۔۔۔پھر فرمایا: ''گلی میں پھینک آؤ۔۔۔۔۔۔''میں نے ریزہ ریزہ کر کے گلی میں پھینک

دیا ـــــ پھر کیا ہوا؟ ـــــ شیخ محمد عارف قادری فرماتے ہیں اسی روز میرے دل سے دنیا کی محبت نکل گئی ـــــ بیشک:

''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا''

دور جدید کے بعض علماء دنیا کے پیچھے دوڑتے ہیں مگر یہ حضرات عالیہ دنیا سے بھاگتے تھے اور دنیا ان کے پیچھے دوڑتی تھی ـــــ یہ وہی دنیا ہے، حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور فرمایا تو یہی فرمایا:

'' لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ـــ''

محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم سے محبت مانگی ہم نے یہ بھی نہ دی، پھر ہم نے کیا دیا ـــــ!

●

آپ کی مجلس میں کوئی غیبت نہ کرسکتا تھا، اگر کوئی جرأت کرتا تو آپ بلند آواز سے درود شریف پڑھنے لگتے اور کسی نہ کسی طرح اس کو غیبت سے روک دیتے۔ ہماری محفلوں میں غیبت کا راج ہے، اپنوں کی غیبتیں، محسنوں کی غیبتیں، بزرگوں کی غیبتیں، غیروں کی غیبتیں، گویا غیبت اوڑھنا بچھونا ہوگیا، خود بگڑتے ہیں، دوسروں کو بگاڑتے ہیں ـــــ حضرت ضیاء الملّت علیہ الرحمہ کا دامن عصمت، غیبت سے بالکل پاک تھا، نہ غیبت سنتے، نہ غیبت کرتے ـــــ وہ ملتے بھی تھے، ملاتے بھی تھے، ہم اپنوں سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں اور دور کرتے چلے جاتے ہیں۔

ع ببیں تفاوت راہ زکجاست تا بکجا!

کسی سے کام نہ لینا، سب کے کام کرنا ـــــ کسی کا احسان نہ لینا، سب پر احسان کرنا آپ کی عادت شریفہ تھی کہ ''اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ـــــ'' انتہائی ضعف ونقاہت کے باوجود اُٹھتے بیٹھتے کسی کا سہارا نہ لیتے، راقم کے والد ماجد مفتی اعظم شاہ

محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کا بھی یہی عالم تھا، یہ حضرات عالیہ سہارا بن کر آتے ہیں پھر کسی کا سہارا کیوں لیں؟ جب راقم نے حضرت ضیاء الملّت علیہ الرحمہ کے حالات پڑھے تو حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کی یاد تازہ ہوگئی ـــــ آپ کو حضرت ضیاء الملّت علیہ الرحمہ سے بڑی محبت تھی جو عالم مدینہ منورہ حاضر ہوتا، اس کو آپ کی خدمت میں حاضری کی ہدایت فرماتے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو فرشتے اس کی محبوبیت کا اعلان کر دیتے ہیں اور زائرین جوق در جوق چلے آتے ہیں۔ سبحان اللہ!!

آپ سنت نبوی کا پیکر تھے، کیا اعمال وافکار اور کیا اخلاق وعادات ـــــ آپ کریم النفس، محبت نواز، شفیق وخلیق، متواضع، منکسر المزاج، مہمان نواز، سخی وفیاض، عالم شریعت، واقف اسرار طریقت، حافظ قرآن، سلف کی یادگار تھے۔ جو آپ کو دیکھتا، خدا کو یاد کرتا ـــــ آپ عقائد کی صحت اور نماز کی پابندی کی تاکید فرماتے، افتراق انتشار سے الگ رہنے کی تلقین کرتے، جس کو محبت رسول میں سرشاری مل جائے، پھر وہ دوست ودشمن کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا۔

(۳)

حضرت مدنی علیہ الرحمہ کو نعت کا بڑا ذوق وشوق تھا۔ امام احمد رضا کے کلام کی گونج مسجد نبوی کے زیر سایہ آپ کے دولت کدے میں سنائی دیتی۔ عشاء کے بعد بلا ناغہ محفل نعت ہوتی اور آخر میں امام احمد رضا کا مشہور سلام پڑھا جاتا جس کی گونج آج سارے عالم میں سنی جا رہی ہے ـــــ امجد حیدر آبادی کی مشہور نعت جس کا مطلع ہے:

کس چیز کی کمی ہے مولیٰ تری گلی میں
دنیا تری گلی میں عقبیٰ تری گلی میں

حضرت مدنی علیہ الرحمہ کی محفل نعت میں خود امجد حیدر آبادی نے سنائی تھی، پھر

ا۔ تقدیم "سیدی ضیاء الدین احمد قادری مدنی" مؤلفہ شیخ محمد عارف ضیائی مدنی (غیر مطبوعہ)

وہ ایسی مشہور ہوئی کہ ہر زباں کا ترانہ بن گئی ——— مدینہ منورہ میں جہاں کہیں محفل میلاد ہوتی حضرت مدنی علیہ الرحمہ کو ضرور دعوت دی جاتی اور آپ تشریف لے جاتے۔ آپ پابندی کے ساتھ

- ——— ۲۵ر صفر المظفر کو امام احمد رضا کا عرس کرتے،
- ——— ۱۲ر ربیع الاول کو محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم،
- ——— ۶ رر جب کو مجلس معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم،
- ——— ۲۷ رر جب کو محفل شب معراج،
- ——— ۱۵ر شعبان کو مجلس شب برات منعقد کرتے ———
- ——— خلفاء اربعہ اور حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ علیہم کے ایام ضرور مناتے۔

الغرض آپ کا دولت کدہ نجدی اثرات سے بالکل مامون محفوظ تھا، یہ محبت و عشق کا گہوارہ تھا، جہاں جوق در جوق اہل محبت آتے جن میں عرب وعجم کے علماء بھی ہوتے اور ایسے ادب سے دوزانو بیٹھتے جیسے استاد شاگرد کے سامنے بیٹھتا ہے، بے شک یہ آپ کے زہد و تقویٰ اور عشق و محبت کی ہیبت تھی۔

(۴)

حضرت مدنی علیہ الرحمہ ۷۵ سال کے طویل عرصہ تک در محبوب کی دربانی کے فرائض انجام دیتے رہے، پھر وہ وقت آیا جو ہر ذی حیات پر آتا ہے ——— بستر علالت پر آرام فرما رہے ہیں، مگر محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجی ہے، حتیٰ کہ ہسپتال میں بھی ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ'' کی صدائے دل نواز گونج رہی ہے ——— ہاں وہ آنے والا وقت آ گیا، ایسے محبوب کا دنیا سے اُٹھ جانا ایک عظیم المیہ ہے۔ اسی لیے فرمایا:

موت العالِم موت العَالم

وصال کے وقت حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ علیہ، امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ارواح تشریف لاتی رہیں اور آپ استقبال فرماتے رہے۔[1]

آج ۴رذوالحجہ ۱۴۰۱ھ/۲راکتوبر ۱۹۸۱ء جمعہ کا مبارک دن ہے، ادھر جمعہ کی اذان ہورہی ہے اور ادھر حضرت مدنی علیہ الرحمہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہتے ہوئے جانِ عزیز جاں آفریں کے سپرد فرمارہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

دل تو جاتا ہے اس کے کوچہ میں
جا مری جاں، جا، خدا حافظ![2]

خدا کی شان ہے، آپ کے پیرومرشد امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی جمعہ کے دن، اذان جمعہ کے وقت وصال فرمایا تھا، یہ عجب حسن اتفاق ہے!

امام احمد رضا کی آرزو تھی:۔

آستاں پہ ترے سر ہو اجل آئی ہو
پھر تو اے جانِ جہاں تو بھی تماشائی ہو

امام احمد رضا آستاں پہ نہ رہے، تو ان کا دل رہتا تھا اور ان کے فرزند معنوی حضرت مدنی علیہ الرحمہ امام احمد رضا کی اس آرزو کی تکمیل کے لئے مسجد نبوی کے باب مجیدی کے قریب جان عزیز جاں آفریں کے سپرد کر رہے ہیں۔ اور جانِ جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ فرمارہے ہیں۔

حضرت مدنی علیہ الرحمہ کا جنازہ باب رحمت سے مسجد نبوی میں داخل ہوا، محراب نبوی میں رکھا گیا، ساری دنیا کے حجاج اور مدینہ منورہ ومکہ معظمہ اور دیگر اسلامی ممالک کے مسلمان شریک جنازہ تھے، نماز جنازہ مفتی محمد علی مرادشامی نے پڑھائی جو آپ کے خلیفہ ہیں، اس کے بعد جنازہ تین منٹ کے لئے مواجہہ شریف میں رکھا گیا، پھر یہ جنازہ

۱۔ تقدیم "سیدی ضیاء الدین احمد قادری مدنی"
۲۔ ایضاً

قدوم مبارک میں رکھا گیا، اس کے بعد باب جبریل سے باہر آیا، اژدھام کی وجہ سے بہت سے لوگ زخمی ہو گئے۔ نجدی حکومت میں اٹھنے والے اس جنازے کی شان تو ملاحظہ فرمائیں، بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھا جا رہا ہے، کچھ لوگ قصیدہ بردہ شریف پڑھ رہے ہیں، کچھ لوگ امام احمد رضا کا شہرہ آفاق سلام ''مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' پڑھ رہے ہیں اور کچھ لوگ امام احمد رضا کی یہ والہانہ و عاشقانہ نظم پڑھ رہے ہیں:

ع کعبہ کے بدرالدجیٰ تم پر کروڑوں درود

اس طرح ''صلّوا علیہ وسلّموا تسلیماً'' کا نظارہ جان فزا، دلوں کو سرور اور آنکھوں کو نور بخش رہا ہے ——— یہ وہی نظم ہے جس کے لئے امام احمد رضا نے وصیت کی تھی کہ جنازہ کے ساتھ ساتھ پڑھی جائے اور پڑھی گئی ——— آج ۶۱ برس کے بعد پھر ایک جنازہ اٹھا ہے اور اس کی گونج سنائی دے رہی ہے ———

دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس غلام کا شاہانہ آن بان سے جنازہ اُٹھا، لاکھوں جاں نثاروں کے لئے جنت البقیع کے دروازے کھول دیئے گئے، اس سے پہلے کسی جنازے کے لیے نہیں کھولے گئے ۱؎

اس شان سے جنازہ اٹھا اور جنت البقیع میں جہاں نجدی حکومت کے آدمیوں کے سوا کوئی نہ جا سکتا تھا، سب جا رہے ہیں کہ غلام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سواری آرہی ہے ——— جنت البقیع میں داخلے کی ساری پابندیاں اٹھا دی گئیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار مبارک سے دو گز کے فاصلے پر وہاں قبر شریف بنائی گئی جہاں سے گنبد خضراء صاف نظر آرہا تھا۔ اللہ اللہ وصال کے بعد بھی دید کی آرزو نہ گئی!

بے وہاں جائے بھلا ہم سے رہا جائے کہاں؟
دل سے اس بزم میں جانے کا مزا جائے کہاں؟

۱۔ تقدیم ''سیدی ضیاء الدین احمد القادری'' مؤلفہ شیخ محمد عارف ضیائی تقدیم محررہ ۱۲/ ذی القعدہ ۱۴۲۱ھ / ۶/ فروری ۲۰۰۱ء

یہ کمال محبوبیت و مقبولیت کی نشانی ہے کہ جگہ ملی تو کہاں ملی!۔۔۔۔۔ اللہ نے جسم اطہر بھی محفوظ رکھا کہ وہ عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خزینہ ہے مولیٰ تعالیٰ حضرت ضیاء الملت علیہ الرحمہ کی قبر شریف کو نور سے معمور رکھے۔ آمین!

مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا   آمین![1]

حضرت مدنی علیہ الرحمہ نے ۱۰۷ سال کی عمر میں وصال فرمایا، اتنی طویل عمر عزیز دین کی خدمت کے لئے وقف فرمادی، لاکھوں انسان آپ کے روحانی اور علمی فیض سے مستفیض ہوئے، آپ ایک سیل رحمت تھے، جو ایک صدی تک بہتا رہا اور ایک عالم کو سیراب کرگیا۔

حضرت مدنی علیہ الرحمہ کی اولاد میں دو صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادے حضرت علامہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب قادری مدنی مدظلہ العالی ہیں۔[2] موصوف پاکستان کی مشہور سیاسی اور دینی شخصیت علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہ کے خسر ہیں۔ اس وقت عمر شریف تقریباً ۶۴ سال ہوگی۔ آپ نے اپنے والد ماجد حضرت مدنی علیہ الرحمہ سے اجازت و خلافت حاصل کی۔ اس کے علاوہ حضرت شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے اجازت سے نوازا اور حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمہ نے بھی ۱۹۵۱ء میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ آج کل آپ ہی حضرت مدنی علیہ الرحمہ کے جانشین ہیں اور پیاسوں کو سیراب فرمارہے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کا مبارک سایہ اہل سنت پر قائم ودائم رکھے۔ آمین!

۱۔ تقدیم "سیدی ضیاء الدین احمد القادری" مؤلفہ شیخ محمد عارف ضیائی تقدیم محررہ ۱۲؍ذی القعدہ ۱۴۲۱ھ/ ۶؍فروری ۲۰۰۱ء

۲۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب قضائے الٰہی سے گزشتہ سال ۲۰۰۲ء میں وصال فرماگئے۔ اب ان کے جانشین ان کے صاحبزادے حضرت علامہ ڈاکٹر رضوان صاحب ہیں۔ طاہر

حضرت مدنی علیہ الرحمہ کے خلفاء سعودی عرب، جنوبی افریقہ، پاکستان اور بھارت میں پچاس سے زیادہ ہیں ـــــ اور مریدین عالم اسلام میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مثلاً ترکی، شام، مصر، عراق، یمن، الجزائر، لیبیا، سوڈان، جنوبی امریکہ، بنگلہ دیش، پاکستان، بھارت، افغانستان، انگلستان وغیرہ وغیرہ

●

اکابر اٹھتے جاتے ہیں اور کوئی سوانح مرتب نہیں کی جاتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آنے والی نسل ان بلند پایہ ہستیوں سے بے خبر ہوتی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ محرومی کا شکار ہو کر بھٹکنے لگتی ہے ـــــ اعراس اور قبوں کی اہمیت اپنی جگہ مگر سب سے اہم کام یہ ہے کہ جانے والوں کے علمی اور عملی آثار کو محفوظ کیا جائے اور قوم کو زندہ رکھا جائے۔[1]

۱۔ تقدیم "انوار قطب مدینہ" مؤلفہ خلیل احمد رانا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء

مولانا قاضی عبدالوحید عظیم آبادی علیہ الرحمہ

قاضی عبدالوحید علیہ الرحمہ، ہندوستان کے مشہور و معروف بیرسٹر قاضی عبدالودود بانکی پوری کے والد تھے، موصوف امام احمد رضا سے بیعت تھے اور اجازت و خلافت بھی حاصل تھی، موصوف کی ادارت میں پٹنہ سے ماہنامہ ''تحفہ حنفیہ'' نکلا کرتا تھا، آپ نے رجب ۱۳۱۸ھ میں مدرسہ حنفیہ اہل سنت، پٹنہ کے عام اجلاس میں شرکت کی۔ یہ اجلاس مسلسل ایک ہفتہ جاری رہا، یعنی ۷/رجب سے ۱۳/رجب ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء تک——
قاضی عبدالوحید صاحب نے ''دربار حق و ہدایت'' کے نام سے اس کی روئیداد مرتب کی تھی جو ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں مطبع حنفیہ، پٹنہ میں طبع ہوئی۔ آپ نے ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں انتقال فرمایا۔[1]

امام احمد رضا آپ کے وصال سے قبل ۱۸/ربیع الاول کو پٹنہ پہنچ گئے اور جنازے میں شریک تھے۔ مہتمم رسالہ ''تحفہ حنفیہ'' (پٹنہ) مولانا ضیاء الدین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جنازے کے ہمراہ جاتے ہوئے راستے ہی میں امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل تاریخیں کہیں:

(۱)

یا اکرم الخلق انت الکریم	اکرم القاضی عبدالوحید
قال الرضا فی الداعین ارخ	ارحم القاضی عبدالوحید
	(۱۳۲۶ھ)

(۲)

وھب المتقون من جنات وعیون (۱۳۲۶ھ)[2]

۱۔ حواشی ''اکرام امام احمد رضا'' ص ۳۵۔۳۶ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء

۲۔ حواشی ''امام احمد رضا اور عالم اسلام'' ص ۲۷۔۲۸ مطبوعہ کراچی ۱۹۸۱ء
(بحوالہ ماہنامہ ''تحفہ حنفیہ'' پٹنہ شمارہ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ ص ۲۱)

کتابیات

۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء

۲۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

۳۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: اکرام امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء

۴۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: حیات مولانا امام احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۱ء

۵۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: امام احمد رضا اور عالم اسلام، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء

۶۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تنقیدات و تعاقبات امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء

۷۔ اختر شاہجہان پوری، علامہ: سیرت امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء

۸۔ محمد خلیل احمد رانا: انوار قطب مدینہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء

۹۔ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس، کراچی شمارہ ۱۹۸۸ء

۱۰۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: آئینہ رضویات، جلد اول، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۹ء

۱۱۔ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی، علامہ: تذکرہ جمیل، مطبوعہ بریلی ۱۹۹۱ء

۱۲۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: آئینہ رضویات، جلد دوم، مطبوعہ کراچی اگست ۱۹۹۳ء

۱۳۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: محدث بریلوی، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء

۱۴۔ محمد خلیل احمد رانا: علامہ شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی قادری، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء

۱۵۔ محمد برہان الحق جبل پوری، علامہ: جذبات برہان، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء

۱۶۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: انتخاب حدائق بخشش، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۵ء

۱۷۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: آئینہ رضویات، جلد سوم، مطبوعہ کراچی جولائی ۱۹۹۶ء

۱۸۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: آئینہ رضویات، کامل، (زیر طبع)

۱۹۔ ماہنامہ نور الحبیب، بصیر پور شمارہ نومبر ۱۹۷۹ء

۲۰۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور (اعلیٰ حضرت بریلوی نمبر) شمارہ جنوری ۱۹۸۳ء

۲۱۔ ماہنامہ آستانہ، کراچی (محدث اعظم نمبر) شمارہ جنوری ۱۹۹۶ء